اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ

(مسلمانو!) نماز قائم کرو، اور زکوٰۃ دو (پ ۱ ع ۵)

نفس نفس کو ملی جو صبا کے دامن سے
مہک تمام تری زلفِ مشکبو کی ہے

اَنوارُ الزَّکٰوۃ

اِس کتاب میں

زکوٰۃ اور صدقات کے تمام مسائل قرآن اور حدیث کی روشنی میں بیان کئے گئے ہیں۔ ہر ہر صفحہ کتاب فرضی اور نفلی صدقات کے گلہائے رنگا رنگ سے عنبر فشاں ہے جن سے اہلِ ایمان کے قلوب و اذہان شاداں و فرحاں ہیں!

تالیف
حضرت مولانا حکیم محمد صادق صاحب سیالکوٹی

ناشر
دائرۃ التبلیغ۔ پورہ ہیراں۔ سیالکوٹ شہر (مغربی پاکستان)

ستمبر ۱۹۶۶ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جب نسیم صبح کے ہوتے ہو تم بھی ہم رکاب
پھول اُگ آتے ہیں بیاباں میں بجائے خار و خس
(ثمر)

اسلام کا جزوِ خامس

زندگی کیا ہے عناصر میں ظہورِ ترکیب
موت کیا ہے انہی اجزاء کا پریشان ہونا

یعنی زندگی عبارت ہے عناصر اربعہ کی ترکیب سے۔ آگ، پانی، ہوا، اور خاک، چاروں عناصر یکجان ہوتے۔ تو زندگی ہوتی، اور جب یہ متفرق اور پریشان ہوئے۔ تو موت ہو گئی۔ اسیطرح اسلام عبارت ہے اجزائے خمسہ کی ترکیب سے۔ توحید (مع الرسالت) نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ، یہ پانچ اجزاء جس کے عمل میں اکٹھے ہوں، تو اس کا اسلام زندہ ہے، اور کسی ایک جزو کی پریشانی اس کی مسلمانی کی موت ہے کہ اسلام کیا ہے؟ اجزائے خمسہ میں ظہورِ ترکیب! فقدانِ اسلام کیا ہے؟ انہی اجزاء کا پریشان ہونا! ــــ چنانچہ اس کتاب میں اسلام کے پانچویں جزو زکوٰۃ کا ماہِ دو ہفتہ پوری تابانی سے ضیا بار ہے۔ جس کے نور میں مسلمان کی زندگی کا مدار ہے۔

محمد صادق سیالکوٹی

ستمبر ۱۹۶۶ء

فہرست مضامین

اللہ تعالے کی عبادت کی تین قسمیں ہیں۔ زبان کی عبادت، بدن کی عبادت، مال کی عبادت۔ جیسا کہ قعدہ نماز کی دعا میں ہر روز آپ پڑھتے ہیں۔ اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَ الصَّلَوَاتُ وَ الطَّیِّبَاتُ۔ یعنی قولی، بدنی اور مالی عبادتیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ اس کتاب میں ہم اللہ تعالیٰ کی مالی عبادت کا ذکر کرتے ہیں اور اس کی اہمیت پر کتاب و سنت سے روشنی ڈالتے ہیں۔

مالی عبادت وہ صدقات و خیرات ہیں، جو اللہ کی رضا کے لئے اس کی مرضی کے مطابق خرچ کئے جائیں۔

محتاجوں، فقیروں، مسکینوں، معذوروں، مقروضوں کو دیئے جائیں قومی، ملّی، دینی کاموں اور اشاعتِ اسلام کے لئے صرف ہوں، کفر، شرک، بدعت اور منکرات و نواہی کے استیصال کے لئے کام میں لاتے جائیں۔

مال کو گذران کا سبب بنایا

مال کے بغیر دنیا اور دین کے کام انجام نہیں پاتے۔ لئے مال [illegible] ہے۔ اسی سے انسان کی معیشت قائم ہے۔ ارشادِ خداوندی ہوتا ہے۔

جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيَامًا۔ (پ۴ ع ۱۲)

اللہ تعالےٰ نے تمہارے مالوں کو تمہاری گزران، اور معیشت کی استقامت کا سبب بنایا ہے"۔

رہنا، سہنا، کھانا، پینا، پہننا، بیوی بچوں کے بےحساب مصارف اور صدہا لوازمِ زندگی مال سے ہی پورے ہو سکتے ہیں۔ اپنی ان سب ضرورتوں کے لئے تو آدمی مال صرف کرتا ہی ہے۔ فراخ دلی سے یا تنگ دلی سے۔ طوعًا و کرہًا خرچ کرنا ہی پڑتا ہے۔ لیکن دوسروں یا غیروں کے لئے، دینی، مذہبی اور ملّی ضرورتوں کے لئے مال خرچ کرنا، الّا ماشاء اللہ تلوار کی دھار پر چلنے کے مترادف ہے۔ بڑا ہی مشکل کام ہے۔ مال کی محبت امساک،

اور بخل پر اکساتی اور رغبت دلاتی ہے۔ اللہ تعالٰے نے اس بخل اور اِمساک کو دور کرنے کے لئے بطیبِ خاطر مال خرچ کرنے والوں کو ایسا وعدہ دیا ہے، جو کسی دوسری عبادت کے لئے نہیں دیا۔ فرمایا:-

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا ... فَیُضٰعِفَہٗ ... اَضْعَافًا کَثِیْرَۃً ؕ (پ۲ ع۱۶)

کون شخص ہے وہ جو قرض دے اللہ کو قرض اچھا، پس دوگنا کرے اس کو واسطے اس کے دوگنا بہت۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ کی رضا اور خوشی کے لئے مال خرچ کرنا، اللہ کو قرض دینا ہے۔ گویا اللہ کہتا ہے۔ بندے! مال کو میرے نام پر میری بتائی ہوئی مدوں پر صرف کر۔ میں تیرا مقروض ہوں گا۔ مال خرچ کرکے مجھے اپنا مقروض بنالے۔ قیامت کو میں تیرا قرض ادا کروں گا اور بڑھ چڑھ کر دونگا۔ سبحان اللہ! مال خرچ کرنے سے معیشت ہماری قائم ہوتی ہے۔ اپنا جسم، بدن، اور جان، اپنا کنبہ قبیلہ، خاندان، بیوی، بچے، خویش واقارب اور معاشرہ، مال سے پلتا، پوستا اور پروان چڑھتا ہے۔ مال سے

اپنا انگ پلٹتے ہیں۔ دنیا اور دین کے بے حساب فائدے خود اٹھاتے ہیں اور مقروض اللہ ہوتا ہے۔ اور پھر جس مال کو خرچ کرکے ہم اللہ رب العزت کو اپنا مقروض بناتے ہیں، وہ مال بھی اللہ ہی کا دیا ہوا ہوتا ہے۔ پاک ذات کس طرح خذف کو گوہرِ شاہوار کر دیتی ہے۔ ۔۔۔

تجھ سے مرے سینے میں آتشِ اَللہ ھُو
تجھ سے مری زندگی سوز و تب و درد و داغ
تو ہی مری آرزو، تو ہی مری جستجو!
پاس اگر تو نہیں، شہر ہے ویراں تمام
تُو ہے تو آباد ہے اُجڑے ہوئے کاخ و کو

مال خرچ کرنیکا حکم

انفاقِ مال کے اس سچے وعدے کے بعد رزاق ذو القوۃ المتین، اموال و ارزاق کا حقیقی معطی، بے حساب رزق دینے والا، قادر و توانا اللہ تعالےٰ مال خرچ کرنیکا حکم دیتا ہے:۔

هَٰٓأَنتُمْ هَٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنفِقُوا۟ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ فَمِنكُم مَّن يَبْخَلُ ۖ وَمَن يَبْخَلْ فَإِنَّمَا يَبْخَلُ عَن نَّفْسِهِۦ ۚ وَٱللَّهُ ٱلْغَنِىُّ وَأَنتُمُ ٱلْفُقَرَآءُ ۚ وَإِن تَتَوَلَّوْا۟ يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا

يَكُونُوٓا اَمْثَالَكُمْ ۝ (پ۲۶ ع ۸)

خبردار! تم وہ لوگ ہو کہ تم کو (تمہارے ہی فائدے کے لئے) خرچ کرنے کو بلایا جاتا ہے۔ پس بعض تم میں سے ایسے ہیں کہ بخل کرتے ہیں۔ اور جو بخل کرتا ہے درحقیقت اپنی جان سے بخل کرتا ہے اور اللہ تو بے نیاز ہے اور تم (اس کے در کے) محتاج ہو۔ اور اگر تم (اللہ کے حکمِ انفاق سے) پھر جاؤ گے تو (اللہ) تمہارے سوا اور لوگوں کو بدل لے گا۔ پھر وہ تمہاری طرح (ممسک) نہ ہوں گے۔"

بخیلوں کیلئے تخویف زکوٰۃ وغیرہ ادا کرکے گرتے معاشرے کو سنبھالا نہ دینا، دینی کمزوری کا علاج نہ کرنا، مرضاتِ رب پر اللہ کا دیا ہوا مال خرچ نہ کرنا ـــ اتنا بڑا گناہ ہے، اور اللہ تعالیٰ کو اس قدر ناراض کرتا ہے کہ وہ ایسے روگردان مالداروں کو مٹا کر مخیر اور معطی لوگوں، زکوٰۃ و خیرات بطیبِ خاطر دینے والوں کو لا بسانا چاہتا ہے۔ ظاہر ہے کہ لاکھوں اور کروڑوں پتی لوگ اگر قوم کے ناداروں، محتاجوں، معذوروں اور مسکینوں پر خرچ نہ کریں گے، تو یہ ذلیل و خوار ہوکر زندگی بسر کرینگے۔ اور ذلت میں ہی چل بسیں گے اور اگر دینی ضرورتوں

پر خرچ نہ کریں گے، تو دین کو از حد نقصان پہنچے گا۔ پھر ایسے ممسک اور بخیل مالداروں کو اللہ مٹا نہ دے تو اور کیا کرے۔

ممسک اور بخیل لوگوں کو اگر اللہ کی گرفت نہ آئے، تو اس ڈھیل پر انہیں غرّہ نہ چاہیئے۔ خوش نہ ہوں۔ انہیں بحیثیت مسلمان یہ یقین رکھنا چاہیئے کہ اللہ کی باتیں ضرور سچی ہیں۔ اللہ کا عذاب ان کی تاک میں ہے۔ اور اگر دنیاوی عذاب سے اللہ کے حِلم نے مہلت دے بھی دی۔ تو عذابِ آخرت تو ضرور ہوکر رہیگا۔

راہِ خُدا میں مال خرچ کرنیکا بے پناہ ثواب

(۱) مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَ اللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○ (پ۳ ع۴)

جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی (صدقہ کی) مثال اس دانہ کی طرح ہے جس سے سات خوشے اُگیں۔ ہر ایک خوشہ میں سو دانے ہوں۔ اور اللہ دوگنا کرتا ہے جس کیلے لئے

چاہتا ہے۔ اور اللہ بڑی گنجائش والا (ہربات کو) جاننے والا ہے۔"

ایک روپیہ کا لاکھوں روپیہ کے برابر ثواب

خیرات پر اللہ بے حد راضی ہوتا ہے اور بہت زیادہ ثواب دیتا ہے۔ اوپر کی آیت پر غور کریں۔ کہ راہِ خدا میں خرچ کرنے کی، زکوٰۃ و صدقات دینے کی مثال یوں ہے، جیسے ایک دانہ زمین میں بو دیا، اس ایک دانہ سے سات خوشے نکلے۔ ہر ایک خوشے میں سو دانے ہیں۔ گویا ایک دانہ سے سات سو دانے ہوتے؛ آگے ارشاد ہوتا ہے۔ اللہ جس کے لئے چاہے دوگنا کرتا ہے۔ یعنے خلوص نیت سے خیرات کرنے والے کو چودہ سو تک عطا کرتا ہے۔ ایک روپیہ راہِ خدا میں خرچ کرنے سے چودہ سو روپیہ کا ثواب دیتا ہے' مزید ارشاد ہوتا ہے۔ اور اللہ فراخی والا علم والا ہے۔ یعنی چودہ سو تک ہی ثواب محدود نہیں ہوگا۔ بلکہ خیرات کرنے والے کی نیت پر منحصر ہے۔ جتنا خلوص زیادہ ہوگا، اتنا ہی ثواب بڑھتا جائے گا۔ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ۔ اور اللہ فراخی والا ہے۔ یعنی چودہ سو تک ہی نہیں رہنے دیتا۔ اس سے بڑھ چڑھ کر ثواب دے گا۔ عَلِیْمٌ — علم والا ہے۔ خیرات کرنے

والے کی نیّت سے واقف ہے۔ جتنا گُڑ زیادہ ہوگا اتنا ہی میٹھا بڑھے گا۔ خیرات کرنے والے کی نیّت کے مطابق ثواب ملیگا۔ ہو سکتا ہے کہ ایک روپیہ راہِ خدا میں خرچ کرنے پر لاکھوں روپیہ کے خرچ کرنے کے برابر ثواب مل جائے۔ اللہ کی نظر دل پر ہوتی ہے۔ وہ دل کو۔ خلوص نیت کو جان کر ثواب دیتا ہے۔ بے حساب ثواب دیتا ہے۔ اس کے اجر کی وسعت حدود نا آشنا ہے۔

صدقات کا اجر احسان نہ جتانے پر ملے گا

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّ لَآ اَذًى لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ۗ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ۝ (پ۳ع۴)

جو لوگ اپنے مال خرچ کرتے ہیں اللہ کی راہ میں، پھر خرچ کرنے کے بعد (کسی طرح کا) احسان نہیں جتاتے اور نہ (لینے والے کو کسی طرح کی) ایذا دیتے ہیں۔ تو اُن کو اُن کے (دیئے کا) ثواب ملے گا، ان کے رب کے ہاں اور نہ ان پر خوف ہوگا،

اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ نرمی سے جواب دینا اور (سائل کے اصرار سے) درگزر کرنا اُس صدقہ سے بہتر ہے جس کے (دینے) پیچھے (سائل کو کسی طرح کی) ایذا ہو۔ اور اللہ بے نیاز بردبار ہے۔"

راہِ خدا میں دے کر کبھی احسان نہ جتائیں

کسی شخص کو اللہ کی رضا کے لئے دے کر پھر اس کو جتانا ـــ در اصل اسکو ایذا پہنچانا ہے۔ اگر اِحسان جتا کر ایذا پہنچائی گئی تو سب نیکی برباد اور رایئگاں جائے گی۔ ایسے مال کا کچھ ثواب نہ ملے گا۔ خواہ ایک روپیہ ہو یا ایک ہزار ہو۔

مثلاً اگر شخص کی پرورش کی ہو۔ اس کو اپنے دسترخوان پر بٹھا کر برسوں کھانا کھلایا ہو۔ پھر اگر کسی وقت غصہ یا ناراضگی میں اس کو یہ کہہ دیا کہ تم بھی میرے سامنے بات کر سکتے ہو۔ میرے دستر خوان پر پلے ہوتے ہو۔ برسوں میری روٹیاں کھاتی ہیں۔ بس اس اِحسان جتانے سے برسوں کی نیکی ضائع ہو جائے گی۔ پھر چاہیئے کہ جس کے ساتھ بھلائی نیکی کی ہو اس نیکی کو بھول جائیں۔ کبھی نہ جتائیں۔ اگر وہ شخص جس کے ساتھ نیکی کی ہے۔ احسان فراموش ہو جائے اور کبھی عداوت پر بھی اُتر آئے تو مقابلہ میں مناسب

کارروائی کرنی چاہیئے۔ لیکن اس مالی احسان کو ہرگز نہ جتانا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے اور اسی سے کردار بنتا ہے۔

صدقات و خیرات کا ابطال

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰى كَالَّذِیْ یُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَ لَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِؕ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَیْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًاؕ لَا یَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَیْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْاؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ۝

(پ ۳ ع ۴)

مسلمانو! اپنے صدقات (زکوٰۃ و خیرات) کو احسان جتانے اور ایذا پہنچانے سے باطل نہ کر لو۔ اس شخص کی مانند جو اپنا مال لوگوں کو دکھاوے کے لئے خرچ کرتا ہے اور اللہ اور روز آخرت کا یقین نہیں رکھتا، تو اس کی (خیرات کی) مثال اس چٹان کی سی ہے کہ اس پر (تھوڑی سی) مٹی (پڑی) ہے پھر اس پر زور کا مینہ برسا اور اسکو سپاٹ کر (کے بہا لے) گیا۔ (اسی طرح) ریاکاروں کو اس

(خیرات) میں سے جو انہوں نے کی تھی، کچھ بھی ہاتھ
نہیں لگے گا۔ اور اللہ ان لوگوں کو جو (نعمت کی)
ناشکری کرتے ہیں، ہدایت نہیں دیتا۔"

احسان جتا کر ایذا دینے والا دولتمند

اگر کوئی شخص اللہ کی رضا کے لئے مال خرچ کرے۔ پھر اگر وہ کسی وقت اس پر ناراض ہو، تو اس کو خلوت یا جلوت میں احسان جتائے، یا لوگوں کے سامنے اپنی مالی نیکی کا اظہار کر کے اس کی سبکی اور تحقیر کرے۔ تو یہ مختال و فخور، ریاکار ایذا رساں نیکی برباد گناہ لازم کا مصداق ہوگا، کہ اللہ نے مذکورہ آیت میں صاف فرما دیا ہے کہ اپنے صدقات یعنی مالی نیکیوں کو احسان جتا کر اور ایذا پہنچا کر باطل نہ کر لو۔

ریاکار کی سِل صفا

اس احسان جتانے اور ایذا پہنچانے والے کی مثال اللہ تعالےٰ نے یوں بیان فرمائی ہے۔ کہ ریاکاری کے اعمال اس طرح برباد ہوں گے، جسطرح ایک پتھر کی سِل یا چٹان ہو۔ اس پر تھوڑی سی مٹی ڈال کر بیج بوئیں، پھر اس پر زور کا مینہہ پڑے۔ تو سِل کی مٹی اور بیج سب کو بارش بہا لے جائیگی۔ اور سِل صاف رہ جاتی ہے گی۔ ایسے ہی ریاکار کی

کے اعمال کی سِل قیامت کو صاف ہوگی۔ اُن کو اُن کی ریاکارانہ خیرات کا خاک بھی فائدہ نہ ہوگا۔ احسان جتانے اور ایذا پہنچانے کے باعث صدقات میں سے کچھ بھی ہاتھ نہ لگے گا۔

ریائی صدقہ و خیرات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مَنْ تَصَدَّقَ یُرَائِیْ فَقَدْ اَشْرَکَ ۔ (مسند احمد)

جس نے دکھانے کے لئے صدقہ کیا، اس نے شرک کیا۔"

یعنی اللہ کی راہ میں کسی مد میں مال خرچ کیا۔ دکھانے، سنانے اور ناموری کے لئے، تو اس نے گویا شرک کیا۔ معلوم ہوا ـــ دکھانے، سنانے، جتلانے، ستانے والے ریاکار دولت مند ـــ شرک کرنے کے برابر گنہگار ہیں۔

حضرت شداد بن اوس رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں اپنی امت کے شرک سے ڈرتا ہوں ـــــ کہ میری امت سورج، چاند، پتھر اور بتوں کو نہیں پوجے گی۔ وَلٰکِنْ یُرَاءُوْنَ بِاَعْمَالِہِمْ ۔ لیکن اپنے عملوں میں ریاکاری کرے گی۔ (مسند احمد)

تو مال خرچ کرتے وقت بڑے تقوے،

خلوص اور ریاکاری سے بال بال بچنے کی ضرورت ہے۔ دیکھیے جس طرح مال خرچ کرنے پر اللہ تعالےٰ نے بڑا زور دیا ہے اور خود کو خرچ کرنے والے کا مقروض بتایا، اور اسکا بے حد ثواب اور اجر سنایا ہے، اسی طرح انفاق فی سبیل اللہ کے متعلق پرہیزیں بھی بتاتی ہیں تاکہ ریاکاری کی آتش کشتِ خیرات کو خاکستر نہ بنا دے۔

اللہ کی رضاجوئی کے لئے خرچ کرنے کی مثال

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ

(پ۳ ع ۴)

اور جو لوگ اللہ کی رضا جوئی کے لئے اور اپنی

لہ رسولِ خدا نے فرمایا۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اُس شخص کو اپنے عرش کے سایہ میں جگہ دیگا جس نے اسقدر چھپاکر خیرات کی کہ اسکے بائیں ہاتھ کو معلوم نہ ہوا کہ داہیں ہاتھ سے کیا دیا۔ (مشکوٰۃ) مطلب نہایت پوشیدہ طور پر خرچ کرنے سے ہے کہ ریاء کا خطرہ نہ رہے۔

تبیت (خلوص پر) ثابت رکھ کر اپنے مال خرچ کرتے ہیں۔ ان کی مثال ایک باغ کی سی ہے جو اونچے پر (واقع) ہے۔ اس پر زور کا مینہ پڑا تو وہ دوچند پھل لایا۔ اور اگر اس پر زور کا مینہ نہ (بھی) پڑا، تو (اس کو) شبنم کافی ہے۔ اور اللہ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔"

اللہ کی رضاجوئی پر مبنی خیرات

اللہ کی خوشی اور رضاجوئی کے لئے جو خیرات بھی کی جاتی ہے، وہ ضرور بابرکت اور پھل لانے والی ہوتی ہے۔ خیرات کے مؤثر اور بار آور ہونے کے لئے ۔ اس کے بے پناہ ثواب حاصل کرنے کے لئے دل کی تثبیت لازمی ہے۔ یعنی دل خلوص پر ثابت رہے۔ کسی قسم کی شہرت طلبی، یا ریا و نمود کا اس میں دخل نہ ہو۔ ایسی تثبیت قلبی اور اللہ کی رضا جوئی پر مبنی خیرات کے ثواب کی کہکشاں گیریاں کون شمار کر سکتا ہے؟

ہاں، اگر خلوص دل سے کی گئی خیرات پر لوگوں میں مخیر کی شہرت اور نیک نامی پھیل جائے تو یہ مبارک ہے اور عاجل بشریٰ ہے۔ قیامت کے روز حاصل ہونے والی خوشخبری اسے دنیا میں ہی مل رہی ہے۔ نماز، روزہ، حج

زکوٰۃ، صدقات، خیرات، وعظ، نصیحت، خطبہ، تقریر، اور اسلام کی تبلیغ و اشاعت پر نیک نامی، چرچا، عزت، اور مرتبہ حاصل ہو۔ تو بابرکت اور نیک فال ہے۔ من جانب اللہ بشارت ہے۔ ہاں دل پر خلوص اور تثبیت کا سکہ جما رہے۔

ریا و نمود کی آتش کی ایک اور مثال

اَیَوَدُّ اَحَدُکُمۡ اَنۡ تَکُوۡنَ لَہٗ جَنَّۃٌ مِّنۡ نَّخِیۡلٍ وَّ اَعۡنَابٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ لَہٗ فِیۡہَا مِنۡ کُلِّ الثَّمَرٰتِ وَ اَصَابَہُ الۡکِبَرُ وَ لَہٗ ذُرِّیَّۃٌ ضُعَفَآءُ فَاَصَابَہَاۤ اِعۡصَارٌ فِیۡہِ نَارٌ فَاحۡتَرَقَتۡ کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمُ الۡاٰیٰتِ لَعَلَّکُمۡ تَتَفَکَّرُوۡنَ ۝ (پ۳ ع ۴)

بھلا تم میں سے کوئی بھی اس بات کو پسند کریگا، کہ کھجوروں اور انگوروں کا اسکا ایک باغ ہو۔ اس کے تلے نہریں بہ رہی ہوں۔ ہر طرح کے پھل اسکو وہاں میسر ہوں، اور بڑھاپے نے اسکو آ لیا ہو اور اس کے (چھوٹے چھوٹے) ناتواں بچے ہیں۔ اب اس باغ پر چلا ایک بگولا، جس میں آگ (بھری)

تھی۔ تو باغ جل بھن کر رہ گیا۔ اسی طرح اللہ (اپنے) احکام کھول کر بیان کرتا ہے، تاکہ تم فکر کرو۔"

باغ جل بھن کر راکھ ہو گیا!

ایک شخص جوانی میں محنت کر کر باغ لگاتا ہے اور بڑھاپے کے وقت تک عرق ریزی کرتا رہے اور باغ تیار ہو جائے، ایسا تیار ہو کہ دنیا جہاں کے پھل اس میں موجود ہوں۔ سرسبز و شاداب لہلہا رہا ہو۔ باغبان کے اس بڑھاپے کے وقت اس کے بچے بالکل چھوٹے کمزور اور ناتوان ہوں کہ پچھلی عمر کی اولاد ہے۔ بوڑھا باغبان خوش ہے کہ اب یہ شاداب اور پھلوں سے لدا پھندا باغ میرے بچوں کے خوب کام آئے گا۔ اتنے میں اچانک آگ سے بھری ہوئی آندھی آئی جس سے سارا باغ جل کر راکھ ہو گیا۔ باغبان اور اس کے بچے ہاتھ ملتے رہ گئے۔

یہی حال ہوگا ان صدقات و خیرات کا، جو ریا و نمود کے لئے دیئے گئے ہونگے۔ دکھاوے، شہرت اور واہ واہ کیخاطر بخشے گئے ہوں گے یا بخشش کے بعد طعنے مارے ہوں گے، احسان جتا کر ایذا دی ہوگی، رسوا کیا ہوگا۔ قیامت کے روز ان تمام صدقات و خیرات کا باغ جل بھن کر راکھ

ہو گیا ہوگا۔ زکوٰۃ و خیرات کا کچھ بھی ثواب نہ ملے گا۔

بار آور خیرات چونکہ مالِ حلال بڑی مشکل سے کمایا جاتا ہے اور پھر اس کو راہِ خدا میں دینا اور مشکل ہے۔ یعنی بڑے حوصلے کا کام ہے۔ جب اتنی مشکلوں پر اللہ کی توفیق سے قابو پاکر اللہ کی راہ میں دیا جاتے تو بڑی احتیاط سے دینا چاہیئے۔ نیت میں کسی قسم کا فتور نہ آئے۔ دیتے وقت صرف اللہ کی ہی رضا کے لئے دیں اور اللہ ہی کو دیں۔ تاکہ محشر کے روز اللہ سے لینے والے بنیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ نے اسی لئے کئی بار ارشاد فرمایا ہے کہ خیرات کو نمود و ریا اور دکھاوے سے بچاؤ۔ اور اسکے علاوہ دیگر احسان نہ جتاؤ اور ایذا نہ پہنچاؤ۔ تاکہ یہ خیرات بار آور ہو۔

زکوٰۃ و خیرات مالِ حلال سے دیں

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۪ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝ (پ۳ ع۵)

مسلمانو! اپنی کمائی میں سے پاک چیزیں اور وہ چیزیں جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے اُگائی ہیں وہ دیا کرو۔ اور ایسی بُری چیز دینے کا تو ارادہ بھی نہ کرنا، کہ جس کو تم خود بھی بغیر چشم پوشی کئے نہیں لے سکتے۔ اور جان رکھو کہ اللہ تعالےٰ بے پناہ خوبیوں والا ہے۔"

مالِ حلال کمائیں

سب سے پہلے یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لئے مالِ حلال کمانا چاہیئے۔ تاکہ اس کے کھانے اور پینے اور پہننے سے دنیا اور آخرت کی زندگی میں فلاح حاصل ہو۔ ناجائز ذرائع سے حاصل کیا ہوا مال دنیا اور دین کے لئے موجب خسران ہے کہ اس سے اعمالِ خیر کی توفیق ہی نہیں ملتی اور اگر کچھ کیا بھی جائے، تو قبولیت کی منزل تک نہیں پہنچتا ۔۔۔ مشکوٰۃ شریف میں حدیث ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مالِ حرام سے اُگا ہوا گوشت آگ کے لائق ہے۔ یعنی جس جسم نے مالِ حرام سے پرورش پائی، وہ جسم دوزخ میں جائے گا۔

حرام مال سے زکوٰۃ و صدقات قبول نہیں ہوتے

جب مال حرام سے

کھانا، پینا اور پہننا حرام ٹھہرا۔ تو ایسے مال کو راہِ خدا میں دینا، یا اس کی زکوٰۃ دینا ـــ کس طرح روا ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالےٰ مالِ حرام سے خیرات قبول نہیں کرتا۔ اسی لئے مذکورہ آیت میں فرما دیا۔ طَیِّبَاتِ مَا کَسَبْتُمْ ــ کہ اپنی کمائی سے پاک چیزیں دو۔ پاک چیزوں سے مراد حلال اور جائز ذرائع سے کمائی ہوئی چیزیں یا مال ہے۔ یعنی خدا کے نام پر وہ چیزیں دو۔ وہ مال خرچ کرو جو سوری، اور معنوی طور پر پاک، عمدہ اور حلال ذرائع سے حاصل ہو!

پس ارادے اور نیت یا علم سے لیا ہوا سود، رشوت کا یا کسی کا مارا ہوا مال، دھوکے فریب اور حرام پیشوں کی کمائی اور ناجائز ذرائع سے حاصل شدہ دولت سے زکوٰۃ صدقات اور خیرات اللہ قبول نہیں کرتا۔

بُری چیزیں دینے کا قصد نہ کرو

اور جو چیزیں زمین سے پیدا ہوتی ہیں، اناج میوے وغیرہ۔ ان میں سے بھی راہ خدا میں دو۔ لیکن جو چیزیں بھی دو، ان میں سے بُری چیز کے دینے کا قصد کبھی نہ کرو، کہ جس کو تم خود بھی خوشی سے نہیں لیتے، یا لینے سے اغماض برتتے ہو؛ وہ اللہ کے نام پر نہ دو اور اللہ تو بے پرواہ ہے۔

اللہ تعالےٰ کی معیت کی نشانیاں

وَقَالَ اللّٰہُ اِنِّیْ مَعَکُمْ ط لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَیْتُمُ الزَّکٰوۃَ وَ اٰمَنْتُمْ بِرُسُلِیْ وَعَزَّرْتُمُوْھُمْ وَ اَقْرَضْتُمُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُکَفِّرَنَّ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ وَ لَاُدْخِلَنَّکُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ ج فَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ مِنْکُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ ہ (پ ع ۷)

اور اللہ نے فرمایا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ اگر تم (درست طور پر) نمازیں پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے ، اور ہمارے پیغمبروں پر ایمان لاتے ، اور ان کی مدد کرتے اور خوش دلی سے اللہ کو قرض دیتے رہو گے تو ہم ضرور ضرور تمہارے گناہ دور کر دینگے اور ضرور ضرور تم کو ایسے باغوں میں داخل کریں گے ، جن کے تلے نہریں بہ رہی ہوں گی۔ اسکے بعد پھر جس کسی نے تم میں سے کفر کیا تو وہ سیدھے راستے سے گمراہ ہوا۔"

میں تمہارے ساتھ ہوں

یہاں اللہ تعالےٰ نے ایک ایسا اصول اور قانون بتایا ہے کہ

— جس پر عمل پیرا ہونے سے اللہ کا ساتھ اور اُس کی معیت حاصل ہوتی ہے۔ پھر جس فرد یا قوم کو اللہ کی معیت حاصل ہو جاتی، اس کی دنیا اور دین دونوں بن گئے، سنور گئے۔ اللہ تعالےٰ نے اعلان فرمایا۔

إِنِّي مَعَكُمْ

میں تمہارے ساتھ ہوں؛

لَئِنْ

بشرطیکہ

(۱) تم نماز قائم رکھو گے! (سب کے سب سنت کیمطابق نمازیں پڑھو گے)

(۲) زکوٰۃ دیتے رہو گے! (کوئی صاحب نصاب بغیر زکوٰۃ دیئے نہ رہے گا۔

(۳) ہمارے پیغمبروں پر ایمان لاؤ گے! (کہ سب پیغمبر اللہ کی طرف سے برحق ہیں)

(۴) ہمارے پیغمبروں کی (دین کے سلسلہ میں) [1] مدد کرتے

---

[1] پیغمبر کی زندگی میں جان، مال، اولاد سے پیغمبر کے مشن کی تکمیل کے لئے مدد کرنی چاہیئے اور پیغمبر کی وفات کے بعد جو لوگ ہوں انکو اپنے پیغمبر (حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے دین کی اشاعت تن من دھن سے کرنی چاہیئے۔ شرک اور بدعات کو مٹانا چاہیئے اور کتاب و سنت کی تبلیغ اور اشاعت پر کمر باندنی چاہیئے۔ آیات و احادیث کے انوار سے ملک کو بقعہ نور بنانا چاہیئے۔ یہ ہے اپنے پیغمبر کی مدد کرنا جو خدا کا حکم ہے۔

رہو گے!

(۵) خوش دلی سے اللہ کو قرض دو گے! (دلیل و نہار اس کی راہ میں خیرات کرتے رہو گے)

جب ان امور پر تا زیست عمل ہوا۔ تو ہم تمہارے گناہ معاف کر کے تمہیں آخرت میں نجات دیں گے۔ بہشتوں میں داخل کریں گے اور اگر تم نے دنیا کی زندگی میں ان باتوں کو نہ اپنایا یعنی انحراف کیا تو ہماری معیت اور ساتھ تم کو حاصل نہ ہو سکے گا۔ جب اللہ نے تم کو چھوڑ دیا۔ تو تم گمراہ ہو جاؤ گے۔ بھٹک جاؤ گے۔ پھر دنیا کی ذلت اور آخرت کا خسارہ مقدر تمہارا!

اسلام اجتماعی اور قومی زندگی کی تعلیم دیتا ہے

اسلام کے رُو سے ہر فرد کو اجتماعی اور قومی زندگی گزارنی چاہیئے۔ اس اجتماعی نظام کو قائم کرنے اور چلانے کے لئے حکومت کو سوچنا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ کی بتائی ہوئی مذکورہ باتوں پر حکومت پاکستان اجتماعی طور پر عمل کرائے۔ جس کی صورت یہ ہے کہ ایک قانون پاس کیا جائے کہ تمام قوم اللہ کے حکم کے مطابق نماز قائم کرے۔ کوئی بالغ مرد یا عورت حکومت کا ملازم ہو یا عوام میں سے ہو — جو

ایک وقت بھی بلا عذر نماز ترک کرے گا، اس کو دس بید کی سزا دیجائے گی!

جب دس سال کے بچے نماز نہ پڑھیں، تو حضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم مشکوٰۃ میں ان کے متعلق "وَاضْرِبُوْهُمْ" کا حکم دیتے ہیں۔ یعنے مارو ان کو۔ سزا دو ان کو" تو حکومت کیوں نہ اس فریضہ کے ترک پر (کہ جس کے ترک سے اللہ اپنا ساتھ بندے سے توڑ دیتا ہے) تارک کو سزا دے! اس طرح اجتماعی طور پر تمام قوم نماز قائم کرنے والی بن جائے گی اور اللہ کی معیت پائے گی۔

جب تک حکومت ترک نماز پر کوئی سزا تجویز نہیں کرتی۔ اس وقت تک ہر بالغ مسلمان کو خدا کے خوف سے ضرور ضرور نماز پڑھنی چاہیئے تاکہ اللہ کی معیت اور معونت اس کو حاصل رہے۔

پھر حکومت ایک بیت المال قائم کرے۔ سب قسم کے ٹیکس کالعدم کرکے ساری قوم سے زکوٰۃ[1] جبراً وصول کرے جو زکوٰۃ نہ دے۔ یا چھپائے، اس کے لئے پانچ سال

---

[1] زکوٰۃ وصول کرنے والی حکومت شرعی سزائیں نافذ کرنے اور شراب سود، جوا، اور فحاشی کالعدم کرنے والی ہونی چاہیئے۔

قید بامشقت کی سزا تجویز کرے۔ پھر اس زکوٰۃ کو قرآن کے بیان کردہ آٹھ مصرفوں پر خرچ کرے۔ اسطرح ساری قوم اجتماعی طور پر زکوٰۃ دینے والی ہو جائے گی۔ اور اللہ اس کا ساتھ دے گا۔

ملاحظہ:۔ جو حکومت اسلامی بیت المال قائم کرے اُسے ضرور شرعی حدیں نافذ کرنا ہوں گی۔ یعنی زنا، شراب چوری، ڈاکہ، اغوا، اغلام، رشوت اور فحاشی کی شرعی سزائیں ملک میں جاری کرنی چاہئیں اور غیر شرعی قوانین منسوخ ہے۔ ایسی اسلامی حکومت بیت المال قائم کرنے کا حق رکھتی ہے۔

جب تک حکومت شرعی حدیں ملک میں جاری نہیں کرتی اور نہ بیت المال قائم کرتی ہے۔ اُس وقت تک صاحب نصاب حضرات کو لازم ہے کہ وہ اپنی زکوٰۃ ہر سال قرآن کے بتاتے ہوئے مصارف پر خرچ کرتے رہیں۔ تاکہ اللہ کے ہاں سُرخرو ہوں! اور اللہ ان کا حامی اور ناصر رہے۔

مذکورہ آیت میں پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی مدد کرنا بھی آیا ہے جس سے مراد ان کے لگائے ہوئے شجرِ اسلام کی آبیاری کرنا ہے۔ مالِ زکوٰۃ اور دوسرے

مال سے اسلام کی خوب خوب اشاعت کریں۔ اشراک و احداث کے استیصال اور قرآن و حدیث کے پھیلانے اور چمکانے کے لئے مال خرچ کریں۔ جو غیر اسلامی باتیں اور ہندوانہ رسوم اسلام میں آگھسی ہیں، ان کی نشان دہی کر کے نکال باہر پھینکا جائے۔ اور خالص اسلام کی تبلیغ کی جائے۔

آیت میں یہ جو ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو خوش دلی سے قرض دو ـــ مردِ مومن ـــ طالب مولا کے لئے یہ بھی ایک مژدۂ جانفزا ہے۔ روح کی غذا اور ایمان کی دوا ہے۔ جن خوش بختوں کو اللہ نے دے رکھا ہے، اموال و ارزاق کی کثرت ہے۔ انہیں شب و روز اللہ کو خوش کرنے کے لئے انفاق کی راہ پر گامزن رہنا چاہیئے۔ جس وقت، جس گھڑی اور جس موقع پر اللہ دینے کا ارشاد فرمائے۔ یعنی مصرف سامنے آئے، خوشدلی سے دیں اور خدا کا شکر کریں کہ انہیں یہ توفیق ملی ہے۔ صرف زکوٰۃ پر انفاق کو محدود نہ سمجھیں، بلکہ علاوہ زکوٰۃ کے بھی اللہ کی خوشنودی کے باغ میں خیرات کی شجرکاری کرتے رہیں۔ اعمال نامہ میں اللہ تعالیٰ کا کھاتہ برابر کھلا رہے! مبارکباد کے مستحق ہیں ایسے لوگ جن کے گلستانِ خیر میں اِنفاق کی صبا ہمیشہ چلتی ہے۔

اُصولِ تعاون یا امدادِ باہمی

انسان مدنی الطبع واقع ہوا ہے۔ یہ مِل جُل کر زندگی بسر کرتا ہے۔ اِسے ایک دوسرے کی مدد و امداد کی ضرورت رہتی ہے۔ اور سب سے بڑی امداد اور تعاون مال کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے۔ باقی اِمدادی صورتیں سب مال کے ماتحت ہیں۔ علم الاجتماع میں یہ اصولِ تعاون ہی سرِفہرست ہے!
بچہ پیدا ہوتا ہے، بلکہ جب جنین ہی ہوتا ہے۔ تو اُس وقت سے لے کر قبر میں داخل ہونے تک اسے مال کی ضرورت ہے۔ خواہ وہ بچپن میں ہی فوت ہو جائے۔ خواہ سو سال کا ہوکر لحد میں پہنچے، ساری زندگی اُسے مال سے واسطہ رہتا ہے۔ کھانا، پینا، پہننا، بیماری، بیاہ، شادی، موت، آفات، بلیّات، طوفان، زلزلے، سیلاب، حادثات، جنگیں، تعلیمی ضرورتیں، سفر ــــ ان سب باتوں سے انسان دوچار ہوتا ہے۔ اور بغیر مال کے اس کا چھٹکارا نہیں۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے تعاون کا اصول بیان فرمایا ہے۔

وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰی وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ

شَدِیۡدُ الۡعِقَابِ ۔ (پ۶ ع)

نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد نہ کیا کرو اور اللہ (کے غضب سے) ڈرو۔ کہ اللہ کا عذاب (بہت) سخت ہے"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں امداد باہمی کا حکم دیا ہے۔ مندرجہ ذیل آیت میں نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں کی وضاحت فرمائی ہے۔

نیکی اور پرہیزگاری کے کام

لَیۡسَ الۡبِرَّ اَنۡ تُوَلُّوۡا وُجُوۡهَکُمۡ قِبَلَ الۡمَشۡرِقِ وَ الۡمَغۡرِبِ وَلٰکِنَّ الۡبِرَّ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَ الۡمَلٰٓئِکَةِ وَ الۡکِتٰبِ وَ النَّبِیّٖنَ ۚ وَ اٰتَی الۡمَالَ عَلٰی حُبِّهٖ ذَوِی الۡقُرۡبٰی وَ الۡیَتٰمٰی وَ الۡمَسٰکِیۡنَ وَ ابۡنَ السَّبِیۡلِ ۙ وَ السَّآئِلِیۡنَ وَ فِی الرِّقَابِ ۚ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَی الزَّکٰوةَ ۚ وَ الۡمُوۡفُوۡنَ بِعَهۡدِهِمۡ اِذَا عٰهَدُوۡا ۚ وَ الصّٰبِرِیۡنَ فِی الۡبَاۡسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِیۡنَ الۡبَاۡسِ ؕ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ صَدَقُوۡا ؕ وَ اُولٰٓئِکَ هُمُ الۡمُتَّقُوۡنَ ۝ (پ۲ ع۶)

(مسلمانو!) نیکی (صرف) یہ نہیں کہ (نماز میں) اپنا منہ مشرق کی طرف کر لو یا مغرب کی طرف کر لو۔ بلکہ (پوری) نیکی اُن کی ہے جو اللہ تعالےٰ اور روزِ آخرت اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں پر ایمان لائے۔ اور مال (عزیز) اللہ کی محبت میں رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو دیا اور (غلامی وغیرہ کی قید سے لوگوں کی) گردنیں چھڑانے میں دیا اور نماز قائم کی، اور زکوٰۃ دی اور جب (کسی بات کا) اقرار کر لیا، تو اپنے قول کے پورے اُترے اور تنگی میں اور تکلیف میں اور ہلا چلی کے وقت ثابت قدم رہے۔ یہی لوگ ہیں جو (اسلام میں) سچے نکلے۔ اور یہی لوگ ہیں پرہیزگار۔"

برّ و تقویٰ کے کاموں کی وضاحت

برّ و تقویٰ کے ان کاموں پر نظر ڈالیں اور غور کریں کہ جب تک یہ صفات اپنائی نہ جائیں گی اسلام کامل نصیب نہ ہوگا:۔

(۱) اللہ تعالےٰ پر ایمان لانا: (عقیدہ توحید کے ساتھ اور ویسے تو سب مشرکین مکہ اللہ پر ایمان رکھتے تھے۔)

(۲) روز آخرت پر ایمان لانا! (آخرت پر ایمان نہ ہو، یا شک ہو تو آدمی دائرۂ اسلام سے نکل جاتا ہے۔)
(۳) فرشتوں پر ایمان لانا۔
(۴) کتاب یعنی قرآن مجید پر ایمان لانا۔
(۵) سب پیغمبروں پر ایمان لانا (کہ وہ اللہ کی طرف سے آئے تھے۔ سچے اور برحق تھے)
(۶) مال کو اللہ تعالیٰ کی محبت میں اپنے رشتہ داروں پر خرچ کرنا!
(۷) یتیموں پر خرچ کرنا۔
(۸) محتاجوں پر خرچ کرنا۔
(۹) مسافروں پر خرچ کرنا۔
(۱۰) سائلوں کو دینا۔ (پیشہ ور سائل مراد نہیں ہیں)
(۱۱) لوگوں کو قید غلامی سے چھڑانا۔
(۱۲) نماز قائم کرنا۔
(۱۳) زکوٰۃ دینا۔
(۱۴) قول و اقرار یا عہد کرکے اسکو پورا کرنا۔
(۱۵) تکلیفوں، مصیبتوں، پریشانیوں، بیماریوں اور لڑائیوں میں ہمت نہ ہارنا اور ثابت قدم رہنا!
برّ و تقویٰ کے ان کاموں میں امداد باہمی یا تعاون

از حد ضروری ہے تاکہ سارا معاشرہ نیک اور پرہیزگار بن جائے۔

اللہ پر ایمان

کفارِ مکہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے تھے۔ اُسے خالق، مالک، رازق، آسمانوں اور زمین سے کل کائنات کا پیدا کرنے والا مانتے تھے۔ لیکن ان کے ایمان کو قرآن نے کھوٹا سکّہ قرار دیا اور توحیدی ایمان کی دعوت دی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جسطرح اللہ کی پہچان کرائی اور توحید کا درس دیا وہ ایمان باللہ اسلام میں مقبول ہے۔ تمام صحابہؓ نے بھی اپنے سابقہ ایمان باللہ میں تبدیلی کی اور موحّد مومن ہو گئے۔ آج کل ضرورت ہے اس بات کی کہ مسلمان بھائیوں میں توحیدی ایمان کی اشاعت کیجائے۔ بڑی محبت اور خیر خواہی سے اللہ کی ذات کو بلا شرکت غیرے منوایا جائے۔ خواہ اس پر کتنا خرچ آئے اور بدن کی انرجی (ENERGY) ختم ہو۔

روزِ آخرت پر ایمان

قرآن مجید نے روزِ آخرت کے منوانے پر زور دیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آخرت کے دن زندگی کا حساب چکانا ہے تو آخرت پر ایمان لانے والا حساب کی تیاری کرے گا۔ جسطرح طالبعلم یونیورسٹی میں امتحان کے لئے داخلہ بھیجتا

ہے۔ اور پھر امتحان کی خوب تیاری کرتا ہے۔ سارا کورس شب و روز محنت کرکے ختم کرتا ہے۔ اور جنہوں نے داخلہ نہیں بھیجا ہوتا، انکا امتحان نہیں ہوتا۔ وہ جانتے ہی نہیں کہ کتابیں کون کون سی ہیں۔ ایسے ہی آخرت پر ایمان لانے والے یوم الحساب کی تیاری کرتے ہیں۔ قرآن اور حدیث کے کورس کو پڑھتے اور اس پر خوب خوب عمل کرتے ہیں کہ ان کا حساب ہونا ہے اور جنکا آخرت پر ایمان نہیں یا کمزور اور مشکوک ہے وہ نہ کورس کو جانتے ہیں، اور نہ عمل کرتے ہیں۔

تو ضرورت ہے اس امر کی کہ ہر طرح مسلمانوں کو روز آخرت پر ایمان لانے کی دعوت دیجائے۔ جب ان کا آخرت پر ایمان پختہ ہوگا تو وہ امتحان کی تیاری بھی کریں گے۔ ان کی زندگی میں ایک انقلاب آ جائے گا۔ اور وہ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ـــ کے راستے پر گامزن ہو جائیں گے۔

فرشتوں اور دوسری غیر مرئی چیزوں پر ایمان

فرشتوں کی ہستی

کو ماننا بھی ایمانیات میں داخل ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ نظر آئیں تو مانیں۔ بہت سی باتیں ایسی ہیں کہ

انہیں یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ کے حکم سے ماننا ہے۔ جنّت، دوزخ، حور، قصور، بہشت کی نہریں، کوثر، سلسبیل، دودھ کی نہریں، پانی کی نہریں، شہد کی نہریں، خمر کی نہریں، ثمراتِ جنت، نکیرین، کراماً کاتبین، غلمان، جنّات، مشروب زنجبیل، مشروب کافور، وغیرہ — ان تمام چیزوں کو بن دیکھے صرف اللہ کے کہنے پر ماننا چاہیئے۔

قرآنِ مجید پر ایمان قرآن مجید کو منجانب اللہ ماننا اور اُس میں کسی قسم کا شک نہ کرنا، مسلمان ہونے کی شرط ہے۔ ماننے کے یہ معنے ہیں، کہ اس کی ۶۶۶۶ آیات میں سے کسی ایک آیت یا آیت کے کسی حصّہ پر بھی شک نہ کرے۔ ترجمہ سنایا جائے تو ہزار جان سے اس پر ایمان لائے۔ اپنے ہر طرح کے پرانے عقیدوں، خیالوں، نظریوں، رسموں، رواجوں کو قرآن کے ارشاد کے مقابلہ میں چھوڑ دے اور عملی زندگی سے قرآن کی راہوں کو آباد کرے۔

اِس دور میں قرآنی تعلیم و احکام اور عقیدوں، اور نظریوں کو مسلمانوں میں خوب پھیلانا چاہیئے۔ بِر و تقویٰ کے اس کام کو تن من دھن سے سرانجام دینا چاہیئے۔

جتنے پیغمبروں کا پتہ قرآن سے چلتا ہے۔ ان کو

اللہ کے سچے رسول ماننا چاہیئے۔ کسی ایک کی نبوت کا انکار نہیں کرنا چاہیئے کہ نبوت اور رسالت من جانب اللہ ملتی ہے۔ ہاں عمل کے لئے ہم صرف شریعتِ محمدیہ کے پابند ہیں۔ پہلی شریعتیں منسوخ ہو چکی ہیں۔

اللہ کی محبت میں مال خرچ کرنا

وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ـــ اور اللہ کی محبت میں مال کو خرچ کرنا؛

چونکہ انسان کو مال سے بڑی محبت[1] ہوتی ہے۔ اسے خرچ کرنا بڑا جان جوکھوں کا کام ہے۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے مال کی محبت کے مقابلہ میں عَلٰى حُبِّهٖ یعنی اپنی محبت کا ذکر فرمایا ہے کہ مال کو میری محبت میں خرچ کرو۔ جب مالدار کے سامنے دو محبتیں آئیں گی، مال کی محبت، اور

---

[1] ایک حد تک مال سے جائز محبت ہونی بھی چاہیئے کیونکہ مال حلال بڑی قیمتی چیز ہے اسے بڑی حفاظت سے رکھنا چاہیئے اور اللہ کے حکم کے مطابق خرچ کرنا چاہیئے۔ قرآن نے فضول خرچی کرنے والوں کو شیطان کے بھائی کہا ہے مشکوٰۃ شریف میں حدیث ہے کہ قیامت کے روز مال سے متعلق پوچھا جائے گا کہ تو نے کیسے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ تو کسبِ مال اور صرفِ مال اللہ کی مرضی کے مطابق چاہیئے۔ جب مال اللہ مانگے تو اس کی محبت میں اس کی راہ میں قربان کر دے۔ زکوٰۃ و خیرات میں صرف کرے۔

اللہ کی محبت — تو مالدار کے جسم و جان میں اگر ایمان اور اسلام رچا ہوا ہے تو وہ اللہ کی محبت کے مقابلہ میں مال کی محبت کو گردِ راہ سمجھے گا اور اللہ کے نام پر مال کو قربان کر دیگا۔ اور اگر اللہ کی محبت پر مال کی محبت غالب آگئی۔ اور اللہ کے حکم پر اُس نے مال کو خرچ نہ کیا۔ تو وہ بڑا بُت اور صنم ہوگا اور مالدار اس کا پجاری۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ط (پ۲ ع۴)

اور بعضے لوگوں میں سے وہ ہیں جو پکڑتے ہیں سوائے اللہ کے شریک (اسطرح کہ) محبت کرتے ہیں اُن سے جیسا کہ محبت اللہ کی اور مومن زیادہ ہیں محبت میں واسطے اللہ کے۔"

اللہ سے بڑھ کر مال سے محبت کرنا

اس آیت سے پتہ چلا کہ کسی غیر اللہ کے ساتھ اللہ جیسی محبت کرنی اسکو اللہ کا شریک بنانا ہے۔ تو اللہ پر صحیح ایمان لانے کا مطلب یہ ہوا، کہ کسی غیر اللہ کے ساتھ اللہ کے برابر۔ اللہ جتنی، اللہ

جیسی محبت نہیں کرنی چاہیئے۔ کہ یہ اللہ کی برابری شرک ہے۔ پھر جو شخص اللہ کی محبت میں مال خرچ نہیں کرتا اسکا حکم مان کر زکوٰۃ نہیں دیتا تو گویا وہ مال کے ساتھ اللہ سے زیادہ محبت کرتا ہے۔ غور کریں کہ اللہ کی محبت کی مانند مال سے محبت کرنا، تو مال کو اللہ کا نِدّ، یعنی شریک بنانا ٹھیرا۔ تو جو اللہ سے بڑھ کر مال وغیرہ سے محبت کرتا ہے۔ سمجھ لیجئے۔ کہ وہ کون ہے؟ اس کا اللہ سے کیا تعلق واسطہ ہے؟ اسلام سے اس کا کیا رشتہ ہے؟ اور قرآن پر کیا ایمان ہے؟

مومن اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰہ ہوتے ہیں

مومن کی شناخت تو مذکورہ آیت میں یہ بتائی گئی ہے۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ ــــ مومن اللہ کی محبت میں اَشَدّ ہیں۔ بڑے سخت ہیں۔ اللہ کی محبت غالب رکھتے ہیں اور غیراللہ کی محبتیں اللہ کی محبت کے سامنے گردِ راہ جانتے ہیں۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ جب محبوبِ حقیقی، معبودِ برحق اپنے غلام کو کوئی حکم دے۔ اس کی جان کے متعلق، یا اسکی اولاد کے متعلق، یا رشتہ داروں کے متعلق، یا مال اور جائیداد کے متعلق ــــ تو غلام ان چیزوں کو اس کے

حکم پر قربان کرنے میں ذرا دریغ نہ کرے۔ بغیر تامّل اور تساہل کے اسکے حضور پیش کر دے، اور اس طرح ان سب چیزوں کی محبت پر اللہ کی محبت کے غلبے کا ثبوت دے کر وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ کے زمرہ میں داخل ہو جاتے۔

پیارے بیٹے کے حلق پر چھری

حضرت ابراہیم علیہ السلام بے شک مردِ مومن تھے۔ کہ اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ تھے۔ اللہ نے ان کے حقیقی بیٹے کی قربانی مانگی۔ تو انہوں نے پیارے بیٹے کے حلق پر چھری رکھ دی۔ اور شاہ رگ کاٹنے اور خون بہانے کی نیت سے ذبح کرنے لگے۔ چھری پھیر رہے ہیں، چھری پھیر رہے ہیں۔ چھری پھیر رہے ہیں — اللہ اکبر! کتنی غالب ہے اللہ کی محبت! کیسی سرشاری ہے اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ کے جام کی! کتنا لبریز ہے پیمانۂ الا اللہ — کہ بڑھاپے میں ملے ہوتے پیارے، لاڈلے، خورشید خد، غیرتِ سروِ چمن، اکلوتے نونہال کے خون سے نہالِ محبت کی آبیاری کرتے ہیں۔ اور ہم ہیں کہ اللہ کی محبت میں اسکے حکم پر مال دینے سے گریز کرتے ہیں۔ بیاسی بار اس نے پکارا ہے۔ اٰتُوا الزَّكٰوةَ۔

زکوٰۃ دو۔ لیکن کروڑوں روپے کے مالک مال کی محبت میں
اللہ کی آواز سنتے ہی نہیں حالانکہ وہ ساری کی ساری دولت
نہیں چاہتا۔ مال کا صرف چالیسواں حصّہ اپنی راہ میں خرچ
کرانا ہے کہ ہم اپنے ہی ماں، باپ، بہنوں، بھائیوں،
رشتہ داروں، قریبیوں، ہمسایوں، دوستوں، اپنوں، بیگانوں
اور محتاج انسانوں کی مالی ضروریات کو پورا کریں۔ دین
کی تعمیر و ترقی اور استحکام پر لگائیں اور دنیا اور دین کی
عزت اور سرخروئی حاصل کریں۔

اللہ کے حکم پر ہر چیز قربان کر دینی چاہیے

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ
وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ﰳاقْتَرَفْتُمُوْهَا
وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ
اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ
فِیْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ط
وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ (پ۱۰ ع۹)

کہہ (اے پیغمبرؐ) اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے،
اور تمہارے بھائی اور تمہاری جورویں اور تمہاری
برادری اور مال جو تم نے کماتے ہیں، اور تجارت

جس کے مندا ہونے سے تم ڈرتے ہو، اور حویلیاں
جو تم پسند کرتے ہو (یہ سب چیزیں) عزیز ہیں
تمہیں اللہ سے اور اسکے رسولؐ سے اور اس کی
راہ میں جہاد کرنے سے تو راہ دیکھو جب تک
بھیجے اللہ حکم اپنا (عذاب کا) اور اللہ راہ نہیں
دکھاتا نافرمان لوگوں کو۔"

آٹھ پیاری چیزیں

اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے دنیا کی آٹھ پیاری سے پیاری چیزوں کو گنایا ہے۔ جو یہ ہیں:

۱۔ باپ، ۲۔ بیٹے، ۳۔ بھائی، ۴۔ جوروئیں، ۵۔ برادری، ۶۔ مال، ۷۔ تجارت، ۸۔ حویلیاں۔

(۱) **باپ**:۔ بڑی ہستی ہے۔ اس کی خوشی میں خدا کی خوشی اور اس کی ناراضگی میں خدا کی ناراضگی پنہاں ہے۔ اس کے آگے "اُف" کرنے کی ممانعت آئی ہے۔

(۲) **بیٹے**:۔ والدین کو از حد پیارے ہوتے ہیں۔ اولاد کی محبت میں آدمی اپنی جان اور مال سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہو جاتا ہے۔ پیغمبروں تک نے یہ چیز بڑھاپے میں اللہ سے مانگی ہے۔

(۳) **بھائی**:۔ یہ بازو ہوتے ہیں۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام

نے اللہ سے دعا کی تھی کہ اے اللہ! فرعون کی تبلیغ کیلئے میرے بھائی ہارون کے ساتھ میری قوت مضبوط کر دے۔ اور اس کو میرے کام (تبلیغ) میں میرا شریک کر۔ بھائی خون کا رشتہ ہوتے ہیں۔ جانثار ہوتے ہیں۔

(۴) جوروئیں:۔ ان کی محبت الفت مردوں کو خوب معلوم ہے۔ ان ہی سے سلسلہ اولاد چلتا ہے اور گھر کی ساری رونق اور آبادی ان ہی کے دم سے ہے۔ ان کے بغیر خانہ خراب ہے۔

(۵) برادری:۔ انسانی معاشرے میں اسکا بڑا مقام ہے۔ اپنی برادری اور قبیلہ ہر شخص کو بڑا پیارا ہوتا ہے اور برادری بڑی طاقت بھی ہے۔

(۶) مال:۔ اس سے انسان کا دنیا میں قیام ہے۔ مال کی محبت مشہور ہے۔ اس کے بغیر کوئی کام سرانجام نہیں پاسکتا۔ انسانی معیشت اسی سے چل رہی ہے۔ دنیا اور دین کے کام اسی سے سنورتے ہیں۔

(۷) تجارت:۔ تجارت اور سوداگری۔ اس سے مال حاصل ہوتا ہے۔ اگر تجارت نہ رہے، کوئی آمدن نہ ہو۔ اسی لئے تجارت کے مندا پڑنے سے آدمی گھبراتا اور ڈرتا ہے۔ بے روزگار آدمی کسی کام کا نہیں۔

(۸) مساکن:۔ حویلیاں، مربعے، زمینیں، کنوئیں،

کوٹھیاں، محل، بنگلے — یہ بھی بڑے پیارے ہیں۔ اور ان کی اہمیت معلوم ہے۔

عذاب الٰہی کا انتظار کرو

ان آٹھوں چیزوں کو سامنے رکھیئے اور مقابلہ میں اللہ کی محبت! ارشاد ہوتا ہے۔ مسلمانو! سنو! اگر اللہ کا حکم یا اس کے رسولؐ کا ارشاد آجائے کہ یہ آٹھوں چیزیں اللہ کے نام پر قربان کردو، اللہ کی راہ میں لگا دو! تو تم نے اگر ان چیزوں، یعنے — باپوں، بیٹوں، بھائیوں، جوروؤں، برادریوں مالوں، تجارتوں اور حویلیوں، بنگلوں وغیرہ کو اللہ کی راہ میں پیش نہ کیا۔ ان چیزوں کو اللہ سے عزیز اور پیارا جانا، رسولؐ رحمت کے حکم کے مطابق جہاد وغیرہ میں یہ چیزیں حاضر نہ کیں۔ تو پھر فَتَرَبَّصُوْا — عذاب الٰہی کا انتظار کرو۔ حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ۔ یہاں تک کہ اللہ عذاب کا حکم بھیجدے اور تمہارا صفایا کردے۔

صحابہؓ حُبًّا لِلّٰہِ کی تصویریں تھیں

صحابہؓ کا یہ حال تھا کہ انہوں نے امن کے زمانہ میں بھی — اور جنگ و جہاد کے وقت بھی — یہ چیزیں ہر آن اللہ کے سامنے حاضر رکھیں — ان کی جانیں، مال، اولاد، عورتیں، تجارتیں، باغات، کنوئیں — اسلام کے کام

آئے۔ اور جہاد کی کٹھن گھڑی میں بھی ــ یہ آٹھوں پیاری چیزیں میدان کارزار میں قربان ہوئیں۔ اللہ کی راہ میں اُن کے باپ بھی مارے گئے، بھائی بھی قربان ہوئے، بیٹوں نے شہادت پائی۔ عورتیں بھی جنگوں میں پہنچیں۔ برادری بھی اللہ کی لونڈی بنی، مال بھی خرچ ہوئے، تجارتیں مندی پڑیں اور مساکن و باغات اور اراضی بھی اللہ کی نذر ہوئیں۔ اُن مومن، موحد اور سچ مچ کے مسلمانوں نے ہر چیز اللہ کے اشارے پر نچھاور کی اور کسی شے کو اللہ کی محبت سے عزیز نہ جانا۔ ان کی زندگیاں اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ کی جیتی جاگتی تصویریں تھیں۔

مذکورہ آیت بِرّو تقوےٰ میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ کہ نیکوں اور پرہیزگاروں کو اللہ کی محبت میں مال خرچ کرنا چاہیئے۔ مال کی محبت کے مقابلہ میں اللہ نے اپنی محبت کا اظہار فرمایا ہے تاکہ اللہ کی محبت کے مقابلہ میں مال کی محبت دب کر رہ جائے اور دولتمند مال خرچ کرنے سے دریغ نہ کرے۔

## زکوٰۃ نہ دینے والے معرض عذاب میں ہیں	کچھ جو دولتمند لاکھوں کروڑوں

روپیہ والے ــ اللہ کی محبت میں زکوٰۃ نہیں دیتے ہیں،

نصاب مال کو پاک نہیں کرتے۔ تو اُن کو جان لینا چاہیئے کہ وہ معرضِ عذاب میں ہیں۔ اوپر آپ پڑھ چکے ہیں، کہ خدا نے فرمایا۔ اگر تم نے مالوں (اور دوسری سات چیزوں) کو اللہ سے عزیز رکھا۔ تو عذاب کا انتظار رکھو۔ معلوم ہوا۔ کہ زکوٰۃ نہ دینے والے ــــ مال کو اللہ سے عزیز رکھنے والے معرضِ عذاب میں ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ ان کو ڈھیل ملی ہوئی ہے۔ فَتَرَبَّصُوْا! لیکن اللہ کے وعدے سچے ہیں۔ عذاب ان کی گھات میں ہے ــــ یَأْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ کا نقارہ سروں پر بج رہا ہے۔

پھر خرچ کرو مالوں کو ــــ اللہ کا "اَمر" آنے سے پہلے ــــ

اپنے رشتہ داروں پر! یتیموں پر! محتاجوں پر! مسافروں پر! غیر پیشہ ور سائلوں پر! گردنیں[1] چھڑانے پر! اور مال خرچ کرنے کے ساتھ ساتھ نماز قائم رہے ــــ زکوٰۃ برابر نکلا کرے

---

[1] آج کل غلام تو ہیں نہیں کہ ان کی گردن چھڑائی جائے پھر اگر کوئی مسلمان کسی مصیبت میں پھنس جائے یا اس پر جھوٹا مقدمہ بن جائے یا اس کو ضمانت دینی پڑ جائے یا سلطانِ جائر کے سامنے کلمہ حق کہنے پر مقدمہ بن جائے تو ایسی صورتوں پر عَلٰی حُبِّہٖ مال خرچ کرسکتے ہیں۔

اور جب کبھی کسی سے قول و اقرار ہو، تو ہر قیمت پر پورا ہو اور حیات مستعار ہیں جو تنگی، تکلیف اور سختی پہنچے، اس میں صبر سے کام لیں۔ ثابت قدم رہیں۔ اب آپ برّ و تقویٰ کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوئے ہیں اور اپنے دعوائے اسلام میں سچے نکلے ہیں، مسلمانی کی سند پائی ہے۔

زکوٰۃ سے تطہیر ذنوب اور تزکیہ نفس حاصل ہوتا ہے

ارشاد خداوندی ہوتا ہے:۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَ صَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ (پ ۱۱ ع ۲)

(اے پیغمبرؐ!) اُن کے مالوں میں سے زکوٰۃ لے، تاکہ (زکوٰۃ لے کر) تو ان کو پاک اور صاف کرے اور ان کے لئے (اللہ سے) دعا کرے۔ بلاشبہ تمہاری دعا ان کے لئے وجہ تسکین (خاطر) ہے اور اللہ (سب کی) سنتا اور (سب کچھ) جانتا ہے:

زکوٰۃ دینے سے دل کو سکون ملتا ہے

مطلب یہ ہے کہ اے پیغمبرؐ! زکوٰۃ کو اس کے مصارف پر خرچ کرنے کے لئے صاحب نصاب لوگوں

سے زکوٰۃ لو۔ جب وہ لوگ آپ کے سامنے زکوٰۃ لائیں تو ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے، زکوٰۃ کی قبولیت، گناہوں کی بخشش، امن و عافیت اور دین و دنیا کی بھلائی کے لئے دعا کیا کرو۔ بےشبہ آپ کی دعا سے اُن کے دل باغ باغ ہوں گے، ان کے دلوں کو اطمینان اور سکون حاصل ہوگا کیونکہ ان کو یقین آئے گا کہ ان کی زکوٰۃ اور صدقات اللہ نے ضرور قبول کر لئے ہیں اور بوجہ دعائے رسولؐ ان کے گناہ بھی معاف ہو گئے ہیں۔

جب دل کو یقین آجائے کہ صدقات و خیرات سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اور زکوٰۃ دینے کے بعد دل کو ایک طرح کا سکون اور کیف حاصل ہو۔ تو سمجھ لیجئے کہ گناہ معاف ہوگئے اور اللہ نے زکوٰۃ قبول کر لی ہے۔ تو زکوٰۃ دہندہ کی تطہیر بھی ہوگئی اور تزکیۂ نفس بھی حاصل ہوگیا۔

اگر کسی کا باپ کسی وجہ سے بیٹے پر ناراض ہو جائے اور عرصہ تک ناراض رہے۔ بیٹا ہر چند کوشش کرتا رہے کہ باپ معافی دے دے لیکن باپ معاف نہیں کرتا۔ زندہ ضمیر رکھنے والا ــــ دیندار بیٹا باپ کی ناراضگی کے سبب بڑا بے چین اور مضطرب رہے گا۔ آخر ایک دن باپ بیٹے کو گلے لگا کر اس کا قصور معاف کر دیتا ہے۔ کہیئے ــــ بیٹے کو کس قدر

خوشی اور سکونِ خاطر حاصل ہوگا۔

یہ تو باپ کی بات تھی۔ اللہ رب العزت کا اعلان ہے کہ صدقات و زکوٰۃ سے میں اپنے غلاموں کے گناہ معاف کر دیتا ہوں۔ فرمانبردار غلام جب خلوص دل سے، مالک کو راضی کرنے کی نیت سے زکوٰۃ دیتا ہے، اللہ اس کے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ کہیئے۔ کتنی خوشی حاصل ہوگی۔ اس غلام کو، جس پر اسکا مالک خوش ہو گیا ہے، اور اس خوشی میں اس نے غلام کے سب گناہ بخش دیتے ہیں۔ جب گناہوں کی بخشش کا مژدہ روحانی طور پر دل محسوس کریگا، تو اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہے گا۔ اُس کا دل سکون و اطمینان کی ایک دُنیا لئے ہوتے تطہیر و تزکیے کے دریا میں تیرنے لگے گا۔

تو زکوٰۃ دینے سے :۔

(۱) آدمی کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔

(۲) دل کو سکون اور چین ملتا ہے۔

(۳) لالچ، حرص، طمع اور بخل کا قلع قمع ہوتا ہے اور جب یہ غلاظت دور ہوتی، تو دل صاف ہو گیا۔ نیز زکوٰۃ دینے سے فراخ دلی پیدا ہوتی ہے۔ جس سے شائستگی اور تہذیبِ نفس حاصل ہوتی ہے۔ ظاہر اور باطن آراستہ ہوتے ہیں۔

(۴) زکوٰۃ دینے سے اللہ رحمت نازل کرتا ہے۔ درجے بلند ہوتے ہیں۔ مستحقین کے جسم و جان سے دعائیں نکلتی ہیں بلائیں اور مصیبتیں ٹلتی ہیں۔

(۵) دو آدمی لاکھ پتی ہیں۔ ایک ہر سال باقاعدہ زکوٰۃ دیتا ہے اور دوسرا بخیل ہے۔ زکوٰۃ نہیں دیتا۔ پہلا ــ اللہ کے نزدیک، فرشتوں کے نزدیک اور قوم کے نزدیک محبوب، ہردلعزیز، اور معزز ہے ــ دوسرا مبغوض، مطرود اور عندالقوم قابلِ نفرت ہے۔ ظاہر ہے، صاحبِ زکوٰۃ ہی تطہیرِ ذنوب اور تزکیۂ نفس کی دولت سے مالا مال ہے اور ممسک بخیل، دین اور قوم کی حق تلفی کرنے والا ــ آلودۂ معاصی، تنگ دل، سیاہ باطن ہے۔

مال جمع کرنیوالے خسارہ میں ہیں

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا۔ آپ کعبہ کے سایہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھ کو دیکھ کر آپ نے فرمایا هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ ــ وہ نہایت خسارے میں ہیں قسم ہے پروردگار کعبہ کی! میں نے عرض کیا۔

فِدَاكَ اَبِیْ وَ اُمِّیْ۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ مَنْ هُمْ؟ کون ہیں وہ؟ آپ نے فرمایا۔ هُمُ الْاَكْثَرُوْنَ اَمْوَالًا اِلَّا مَنْ قَالَ وَ هٰكَذَا وَ هٰكَذَا مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ وَ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَ عَنْ شِمَالِهٖ وَ قَلِيْلٌ مَّا هُمْ۔ وہ ہیں بہت جمع کرنے والے مالوں کے (یہ نہایت خسارے میں ہیں) مگر جس نے خرچ کیا اِدھر اُدھر یعنے ہر طرف آگے اپنے اور پیچھے اپنے، اور داہنے اپنے اور بائیں اپنے اور ایسے کم ہیں۔ (بخاری بسلم)

نوٹ:- رحمتِ عالم کے اس ارشاد سے معلوم ہوا، کہ کثرت سے مال جمع کرنے ــ ہزاروں لاکھوں روپیہ والے اگر زکوٰۃ نہ دیں، شب و روز راہ خدا میں خرچ نہ کریں۔ تو خسارے اور ٹوٹے میں ہیں۔ ان کی عاقبت برباد ہے۔ اگلے جہان میں ان کے لئے تباہی اور ہلاکت ہے۔

جن لوگوں کو اللہ نے مال دے رکھا ہے۔ ان کو حضور انور کے اس انتباہ سے کانپ جانا چاہیئے۔ موت سر پر کھڑی ہے، نہیں معلوم کب آ پکڑے، اور سارا مال یہیں پڑا رہ جائے۔ اس لئے بہتر ہے کہ اپنی زندگی میں ہی مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے رہیں۔ تاکہ ان کا انجام بخیر ہو!

مال اللہ تعالیٰ کی آزمائش ہے

کوڑھی، گنجا، اندھا، آزمائش سے دوچار ہوئے!

دولتمندوں کیلئے لمحہ فکریہ!

رسُولَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ ارشاد فرماتے ہیں۔

بنی اسرائیل میں تین شخص تھے۔ ایک کوڑھی، دوسرا گنجا، اور تیسرا اندھا۔ اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ ان کو آزمائے، (آیا نعمت کا شکر کرتے ہیں یا نہیں) ایک فرشتہ ان کی طرف بھیجا۔ (بصورت مسکین) وہ آیا کوڑھی کے پاس اور کہنے لگا۔ تجھے کون سی چیز بہت پیاری ہے؟ کوڑھی نے کہا۔ لَوْنٌ حَسَنٌ رنگ اچھا وَجِلْدٌ حَسَنٌ اور پوست بدن کا اچھا۔ وَیَذْھَبُ عَنِّی الَّذِیْ قَدْ قَذِرَنِی النَّاسُ۔ اور دور ہو جائے مجھ سے وہ چیز کہ گھن کھاتے ہیں مجھ سے لوگ، (یعنی کوڑھ جاتی رہے)۔ فرمایا حضورؐ نے۔ فرشتے نے ہاتھ پھیرا اس پر اور دور ہو گئی اس سے گھن (کوڑھ) اور دیا گیا رنگ اچھا اور جلد اچھی (یعنی کوڑھ بالکل جاتی رہی اور رنگ خوب نکھر گیا۔ جلد صاف ہو گئی) پھر فرشتے نے کہا۔ (اب) تجھے کون سا مال بہت محبوب ہے؟ اس نے کہا اونٹ!

پھر دی گئیں اونٹنیاں حاملہ۔ پھر فرشتے نے کہا۔ اللہ تجھے اس میں برکت دے۔

پھر وہ فرشتہ گنجے کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ تجھے کون سی چیز بہت پیاری ہے؟ گنجے نے کہا۔ شَعْرٌ حَسَنٌ بال اچھے۔ وَ یَذْهَبُ عَنِّیْ هٰذَا الَّذِیْ قَدْ قَذِرَنِیَ النَّاسُ۔ اور دور ہو جائے مجھ سے وہ چیز کہ گھن کھاتے ہیں مجھ سے لوگ۔ قَالَ فرمایا حضورؐ نے، فرشتے نے ہاتھ پھیرا اس پر، پھر جاتا رہا اس سے گنج۔ پھر فرمایا حضور نے دیا گیا بال اچھے۔ پھر فرشتے نے کہا۔ کونسا مال تجھے بہت پیارا ہے؟ اس نے عرض کیا۔ گائیں! پس دیا گیا گائیں حمل والیاں۔ فرشتے نے کہا۔ اللہ تجھے ان میں برکت دے۔

پھر آیا فرشتہ اندھے کے پاس اور کہا، کون سی چیز تجھے پیاری ہے؟ اس نے کہا۔ اللہ تجھے میری بینائی دے دے کہ دیکھوں لوگوں کو۔ پھر فرشتے نے اس پر ہاتھ پھیرا تو اللہ نے اس کو بینائی عنایت کر دی۔ پھر فرشتے نے کہا۔ کون سا مال تجھے بہت پیارا ہے؟ اس نے کہا بکریاں! پھر دیا گیا بہت بکریاں بچے دینے والیاں۔ پھر نتیجے لیے کوڑھی نے اور گنجے نے اونٹوں کے اور گایوں کے

اور بچے لئے اندھے نے بکریوں کے۔ پس کوڑھی کے لئے ہو گیا ایک جنگل اونٹوں کا۔ اور گنجے کے لئے ایک جنگل گابھوں کا، اور اندھے کے لئے ایک جنگل بکریوں کا۔ (تینوں تندرست صحیح سلامت اور بہت مالدار ہو گئے۔ اب دورِ آزمائش آنے لگا ہے۔)

رحمتِ عالم فرماتے ہیں۔ پھر آیا فرشتہ کوڑھی کے پاس اپنی صورت اور ہیئت میں (یعنے جس صورت میں پہلے اس کے پاس آیا تھا) اور کہا۔ میں مرد مسکین ہوں۔ سفر میں میرا اسباب جاتا رہا۔ پس میں (منزلِ مقصود کو) نہیں پہنچ سکتا، سوائے اللہ کی عنایت کے، پھر میں مانگتا ہوں تجھ سے ایک اونٹ بواسطہ اُس ذات کے کہ جس نے دیا تجھ کو رنگ اچھا اور جلد اچھی اور مال، (اونٹ اسلئے مانگتا ہوں) تاکہ پہنچوں میں ساتھ اسکے اپنے سفر میں منزلِ مقصود تک!

کوڑھی نے جواب دیا۔ اَلْحُقُوْقُ کَثِیْرَۃٌ۔ حقوق بہت ہیں۔ یعنے حقدار بہت ہیں۔ تجھے ایک اونٹ نہیں مل سکتا۔ (کوڑھی نے جھوٹ بولا اس کو ٹالنے کے لئے) فرشتے نے کہا۔ میں تجھے پہچانتا ہوں۔ کیا تو کوڑھی نہ تھا کہ لوگ تجھ سے گھناتے تھے اور محتاج تھا؟ پھر اللہ نے تجھ کو

صحت دی اور مال دیا۔

کوڑھی نے جواب دیا۔ یہ مال تو مجھے باپ دادا سے ورثہ میں ملا ہے۔ فرشتے نے کہا۔ اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تجھے اسی حالت میں پھیر دے جس میں تو تھا (یعنی کوڑھی محتاج)

پھر آیا فرشتہ گنجے کے پاس اپنی پہلی صورت میں' اور کہا گنجے کو جو کہا تھا کوڑھی کو۔ گنجے نے وہی جواب دیا جو کوڑھی نے دیا تھا (کہ یہ سب مال وغیرہ میرے آباء کی ورثہ ہے) فرشتے نے کہا کہ اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تجھے اسی حالت میں پھیر دے جس میں تو تھا۔ (یعنی گنجا محتاج کر دے)

پھر آیا فرشتہ اندھے کے پاس اور کہا کہ میں مسکین آدمی ہوں۔ سفر میں میرا اسباب جاتا رہا ہے اور میں اپنی منزل کو نہیں پہنچ سکتا سوائے اللہ کی عنایت کے' پھر میں مانگتا ہوں تجھ سے ایک بکری بواسطہ اس ذات کے کہ جس نے تجھ کو بینائی بخشی۔ تاکہ اس کے سبب میں سفر میں پہنچوں۔

اندھے نے کہا۔ بے شک میں اندھا تھا۔ اللہ تعالےٰ نے مجھے بینائی بخشی۔ پھر لے تو جو چاہے اور چھوڑ جو

چاہے (میرا سب مال حاضر ہے) قسم ہے اللہ کی نہیں تکلیف دوں گا تجھ کو آج واسطے پھیرنے اس چیز کے کہ لیوے تو واسطے اللہ کے۔

فرشتے نے کہا۔ اپنا مال تو پاس رکھ! سوائے اسکے نہیں کہ اللہ نے تم کو آزمایا ہے کہ آیا تم اپنا حال یاد رکھتے ہو یا نہیں، اور شکر کرتے ہو یا نہیں؟ پس تحقیق اللہ تجھ سے راضی ہے اور تیرے دونوں دوستوں (کوڑھی اور گنجے) سے ناراض ہے۔" (بخاری، مسلم)

تمام نعمتیں اللہ کی طرف سے ہیں

کوڑھی اور گنجے نے مال کے بارے میں جھوٹ بولا۔ اور کفرانِ نعمت کیا۔ اور اللہ کے دیئے مال سے اللہ کے نام پر خرچ کرنے سے بخل کیا۔ اللہ ان پر ناراض ہو گیا اور ان پر پہلی حالت لوٹ آئی۔ کوڑھ، گنج اور محتاجی نے ان کو آ لیا۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ مال خواہ خود کمایا ہو یا باپ دادا سے ورثہ میں ملا ہو۔ ہے تو اللہ ہی کا عطا کردہ۔ اللہ نے قرآن میں ارشاد فرمایا۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ أَنتُمُ ٱلْفُقَرَآءُ إِلَى ٱللَّهِ ۖ وَٱللَّهُ هُوَ ٱلْغَنِىُّ ٱلْحَمِيدُ ۝ (پ۲۲ ع ۱۵)

اے لوگو! تم محتاج ہو اللہ کی طرف اور اللہ وہی
ہے بے احتیاج تعریف کیا گیا۔

جب تمام بنی نوع انسان ۔ ادنیٰ سے لے کر اعلیٰ تک،
مزدور سے بادشاہ تک، امتی سے پیغمبر تک سب کے سب
اللہ کے در کے محتاج ہیں، اور سب کے پاس جو کچھ
ہے اللہ ہی کا بخشا ہوا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالےٰ
ہے کہ :-

وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ (پ۱۴ع۱۳)
اور جو کچھ تمہارے پاس ہے نعمت سے پس اللہ
کی طرف سے ہے۔

جب سب ہی اللہ کے محتاج ہیں اور جو کچھ بھی جس
کسی کے پاس ہے، اللہ ہی کی طرف سے ملا ہے۔ سونا
چاندی۔ مال، دولت۔ زمینیں، مکانات، کوٹھیاں۔ کارخانے
بھینسیں، موٹریں، باغ، تخت و تاج، اور دورِ حاضر کی
بے شمار ایجادوں کی قسم قسم کی نعمتیں ۔ اللہ تعالےٰ
کی دین اور عطا ہے۔ پھر جب رب ذو الجلال اپنے عطا
کردہ اموال و ارزاق میں سے اپنی راہ میں کچھ خرچ کرنیکا
حکم دے، تو بندہ بخل کرے اور انفاق اس پر گراں
گزرے۔ تو وہ بڑا ناشکرگذار اور معصیت کی راہ پہ

ہے۔ اللہ کی ناراضگی اور غصہ اسکو گھیرے ہوتے ہے۔

مال بندوں کیلئے فتنہ ہے!

مال داروں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ ان کے مالوں میں حق ہے قوم کے ناداروں اور مستحقوں کا۔ جو مصارف زکوٰۃ کے اللہ نے بیان کئے ہیں، اُن مصرفوں کا روپیہ اللہ نے دولتمندوں کے پاس بھیجدیا ہے۔ یہ دیکھنے کے لئے کہ آیا وہ اِس امانت کو ادا کرتے ہیں یا نہیں؛ جن لوگوں کا حق ان کے پاس جمع ہے، وہ بہ اشارت الٰہی ان کو دیتے ہیں یا نہیں؟ دین کی تقویت، استحکام، اور اسکی نشر و اشاعت پر صرف کرتے ہیں یا نہیں؟ اگر اللہ کی رضا کے لئے وہ اپنے اموال اسلامی مصارف پر خرچ کریں گے تو دنیا اور دین میں سرخرو ہوں گے اور انہیں اللہ کی رضامندی حاصل ہوگی۔

خوش بخت دولتمند

اللہ چاہتا۔ تو دولتمندوں کے پاس جو دوسروں کے حقوق کی دولت جمع ہے وہ براہِ راست ان کو دے دیتا۔ جیسے حدیث مذکور میں کوڑھی، گنجے اور اندھے کو دی۔ لیکن بڑے خوش بخت اور ذی عزت ہیں دولت مند ــــ کہ اُن کے ہاتھ سے ناداروں کو (اُن کا حق) دلواتا، اور

ان کا ممنون بناتا ہے۔ مسکینوں اور محتاجوں کی دعاؤں سے ان کی بخشش کا سامان کرتا اور آفات و بلیات دور فرماتا ہے اور بذل و عطا پر متوقلوں کے لئے جنت کے دروازے وا کرتا، دنیا کی نیک نامی اور آخرت کی کامیابی بخشتا ہے۔

سخی کے باغ میں بادل نے حکماً پانی پہنچایا

باغبان کی کرامت!

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص جنگل کی سرزمین میں کھڑا تھا۔ اس نے بادل میں ایک آواز سنی۔ کوئی کہتا ہے "پانی دے فلاں شخص کے باغ کو" اتنے میں بادل ایک طرف چل پڑا اور پتھریلی زمین میں برسا۔ پھر سارا پانی ایک نالے نے جمع کیا (اور بہا کر لے گیا) یہ شخص بھی پانی کے پیچھے چلا (تاکہ معلوم کرے کہ وہ کون شخص ہے جس کے باغ میں پانی پہنچ رہا ہے) کیا دیکھتا ہے کہ ایک شخص اپنے باغ میں کھڑا ہے اور اپنی بیلچی کے ساتھ پانی (اپنے باغ میں) موڑ رہا ہے — یہ شخص بولا۔

اے اللہ کے بندے! تیرا نام کیا ہے؟ اس نے اپنا نام بتایا اور وہی نام بتایا جو اس شخص نے ابر میں سنا تھا۔ باغ والے نے کہا۔ اے اللہ کے بندے! میرا نام کیوں پوچھتے ہو؟ اس نے جواب دیا۔ میں نے اس ابر میں آواز سنی تھی۔ (یعنی کسی آواز نے ابر کو کہا تھا۔) پانی دے فلاں کے باغ کو۔ اور تیرا نام لیا تھا۔ (میں اس لئے یہاں آیا ہوں کہ دیکھوں کون ہے وہ شخص جس کے باغ کو سیراب کرنے کے لئے بادل کو حکم ملا ہے) بتاؤ کہ تم باغ میں کیا (نیک کام) کرتے ہو (جس کے سبب تمہاری یہ بزرگی اور کرامت دیکھی گئی) اس نے کہا۔ کہ چونکہ تم نے پوچھا ہے (اور اتنی دور سے آتے ہو) بات یہ ہے۔ جو چیز باغ سے مجھے حاصل ہوتی ہے۔ میں اسکا تہائی ($\frac{1}{3}$) للہ دیتا ہوں۔ اور تہائی میں اور میرے اہل و عیال کھاتے ہیں۔ اور تہائی اس باغ میں (زراعت کے لئے) لگاتا ہوں۔" (صحیح مسلم)

سخی باغبان نے خشک سالی نہ دیکھی

اللہ کے نام کا سدا دیتے رہنا ۔۔۔ اس کی راہ میں دائما خرچ کرنا، اللہ کو بہت پیارا ہے۔ ایسا انفاق آفات و بلیات اور مشکلات و مصائب کے کشف و رفع

کا موجب ہوتا ہے۔ مشکلیں دور ہوتی اور آفتیں ٹلتی ہیں۔ اللہ غیب سے دستگیری فرماتا ہے۔

جس باغبان کا حال آپ نے اوپر پڑھا ہے وہ خوشدلی سے خیرات کرنے والا تھا۔ اپنی آمدن کا تہائی ہمیشہ اللہ کے نام کا دیتا تھا۔ ایک دفعہ خشک سالی کا وقت آگیا بارش بند ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر اس سخی باغبان کے لئے بادل کو حکم دیا کہ اس کے باغ کو سیراب کرے۔ چنانچہ بادل برسا اور نالہ کے ذریعہ پانی اس کے باغ میں پہنچا۔ باغ سرسبز اور شاداب ہوگیا اور اس کے میوہ سے باغبان نے بہت فائدہ اٹھایا۔ خشک سالی کی تکلیف اوروں کو تو ہوئی۔ لیکن باغبان نے خشک سالی نہ دیکھی۔ یہ اللہ کا فضل ہے جو اس کے اطاعت شعار بندوں پر ہوتا ہے۔

صدقات خیرات کرنیوالوں پر مصائب کیوں آتے ہیں؟

اگر کوئی کہے۔ کہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض اوقات بڑے نیک بندوں، نمازیوں، روزہ داروں، عابدوں،

خدا ترسوں ، متقیوں ، زکوٰۃ دینے والوں ، بڑے مخیّروں ، سخیوں، اور راہِ خدا میں بڑا خرچ کرنے والوں کو جانی اور مالی نقصان پہنچتا ہے۔ تجارت میں نقصان ہو جاتا ہے۔ مال تلف ہو جاتا ہے۔ کسی حادثے میں مکان اور اسباب تباہ ہو جاتے ہیں ۔ کیوں ؟

یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی گرفت ، پکڑ اور عذاب اس کے صالح اور برگزیدہ بندوں پر نہیں آتے البتہ اس کی آزمائش اور ابتلا ضرور آتی ہے جس کے سہنے اور سہارنے سے ان کے درجات بلند ہوتے ہیں اور دوسروں کو صبر وثبات اور ثابت قدمی کا سبق ملتا ہے۔ اس ابتلا کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔

وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَ الْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَ الْاَنْفُسِ وَ الثَّمَرَاتِ ؕ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَا اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْۤا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ؕ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رَحْمَةٌ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۝ (پ۲ ع ۳)

اور البتہ آزمائیں گے ہم تم کو ایک چیز کے ڈر سے اور بھوک سے اور مالوں اور جانوں اور پھلوں

کے نقصان سے۔ اور خوشخبری دے صبر کرنے والوں
کو۔ وہ لوگ کہ جب پہنچتی ہے ان کو مصیبت کہتے
ہیں بے شک ہم اللہ کے لئے ہیں اور بے شک ہم
اسی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہ لوگ، اوپر ان کے
درود اور رحمت ہے ان کے رب کی طرف سے،
اور یہ لوگ وہی ہیں راہ پانے والے۔"

انبیاء اور اولیاء اللہ کی آزمائشیں

جتنے انبیاء دنیا میں آئے۔ ان کی زندگیوں پر نظر ڈالئے، کہ کس قدر ابتلاؤں اور آزمائشوں میں گھری ہوئی تھیں۔ جناب رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے تئیس سالہ دور نبوت کا نقشہ آنکھوں کے سامنے لائیے۔ اور اس میں دردوں، مصیبتوں، مشکلوں، بلاؤں اور غموں کا رنگ بھرا ہوا دیکھئے۔ صحابہؓ اور ان کے بعد بزرگان دین اور اولیاء اللہ کے دکھوں بھرے لیل و نہار پر نظر دوڑائیے۔ حضرت ایوب علیہ السلام کے نقصان جان اور نقصان اموال و اولاد کا مطالعہ کیجئے تو آپ کو پتہ چل جاتا ہے کہ رب العزت اپنے بندوں کی آزمائش بھی کیا کرتا ہے تاکہ دیکھے کہ میری محبت کا دعوے کرنے والے، میرا رزق کھانے والے، میری ہوا اور پانی سے زندگی پانے والے، ہر نفس

اور ہر لمحہ میری ربوبیت کے محتاج ہیں — مال، جان، اولاد کے نقصان پر بھی میرے ساتھ وہی آنکھیں رکھتے ہیں — یا نہیں؟ میری عبادت، اطاعت، بندگی، فرمانبرداری، محبت خلوص، تقوٰے کی اسی راہ پر اسی رفتار سے چلتے ہیں، یا راستہ اور روش بدل لیتے ہیں؟

صبر کرنیوالوں پر درود وسلام

پھر جب ہر نقصان مصیبت اور درد میں بندگانِ خدا اطاعتِ ایزدی اور عبادتِ خداوندی میں ثابت قدمی دکھاتے ہیں۔ صبر و سہارے سے کام لیتے ہوئے اللہ سے لو لگائے رکھتے ہیں۔ تو ان پر اللہ تعالےٰ کا درود وسلام آتا ہے۔ اور رشد و ہدایت کی سند ملتی ہے۔

أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ۝

سخاوت اور بخل دو درخت ہیں

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَلسَّخَاءُ شَجَرَةٌ فِي الْجَنَّةِ۔

سخاوت درخت ہے جنت میں ؎

فَمَنْ كَانَ سَخِيًّا اَخَذَ بِغُصْنٍ مِنْهَا.
پس جو شخص ہوگا سخی، پکڑے گا ٹہنی کو اس میں سے؛ (یعنی خیرات کرنے والا سخاوت کے درخت کی جو جنت میں ہے ٹہنی پکڑ لیتا ہے)

فَلَمْ يَتْرُكْهُ الْغُصْنُ حَتّٰى يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ.
پھر نہیں چھوڑے گی اس کو ٹہنی یہاں تک کہ داخل کرے گی اس کو بہشت میں؛

وَالشُّحُّ شَجَرَةٌ فِي النَّارِ.
اور بخیلی درخت ہے دوزخ میں؛

فَمَنْ كَانَ شَحِيْحًا اَخَذَ بِغُصْنٍ مِنْهَا.
پس جو شخص ہوگا بخیل، پکڑے گا ٹہنی کو اس میں سے، (یعنی زکوٰۃ نہ دینے والا بخیلی کے درخت کی جو دوزخ میں ہے ٹہنی پکڑ لیتا ہے.)

فَلَمْ يَتْرُكْهُ الْغُصْنُ حَتّٰى يُدْخِلَهُ النَّارَ.
پھر نہیں چھوڑے گی اس کو ٹہنی یہاں تک کہ داخل کرے گی اس (بخیل) کو دوزخ میں.

(شعب الایمان للبیہقی)

مطلب اس حدیث کا واضح ہے کہ سخاوت جنت میں درخت ہے. جو کوئی زکوٰۃ دیتا ہے، وہ اس درخت کی

ٹہنی کو پکڑ لیتا ہے۔ اب یہ ٹہنی اس کو کبھی نہ چھوڑے گی حتےٰ کہ اسکو جنت میں داخل کر دیگی۔

ایسے ہی بخیلی بھی دوزخ میں درخت ہے۔ زکوٰۃ نہ دینے والا اس درخت کی ٹہنی کو پکڑ لیتا ہے۔ یہ ٹہنی اس کو کبھی نہ چھوڑے گی، حتےٰ کہ اس کو دوزخ میں داخل کر دے گی۔

صاف ظاہر ہو گیا کہ زکوٰۃ دینے والا سخی جنتی ہے اور زکوٰۃ نہ دینے والا بخیل دوزخی ہے۔ بحیثیت مسلمان زکوٰۃ نہ دینے والے لرز جائیں، کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کے بارے میں کیا فرما رہے ہیں۔

زکوٰۃ و خیرات سے بلا دفع ہوتی ہے

وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَادِرُوْا بِالصَّدَقَۃِ فَاِنَّ الْبَلَآءَ لَا یَتَخَطَّاھَا (مشکوٰۃ)

اور روایت ہے حضرت علیؓ سے کہ کہا فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے، جلدی کرو صدقہ (زکوٰۃ و خیرات) دینے میں اس لئے کہ یقیناً بلا نہیں بڑھتی صدقہ سے۔ (مشکوٰۃ)

رحمت للعالمین ؐ نے جو یہ فرمایا ہے کہ صدقہ دینے میں جلدی کرو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بیماری، یا مصیبت، یا بلاء، یا وبا، یا حادثہ وغیرہ کے آنے سے قبل صدقہ دیا کرو۔ کیونکہ صدقہ سے بلا دفع ہوتی، مصائب ٹلتے، اور حادثات رُکتے ہیں۔

بکرا بھی صدقہ ہے

اور صدقہ اس مال کو کہتے ہیں۔ جو آدمی اللہ کی خوشنودی اور قرب چاہنے کے لئے اپنے مال سے نکال لے۔ خواہ صدقہ فرض ہو یعنی زکوٰۃ خواہ صدقہ نفل ہو۔ یعنی علاوہ زکوٰۃ کے۔

یہ جو مشہور ہے کہ صدقہ سے مراد بکرا دینا ہی ہے غلط ہے۔ بکرا دینا بھی صدقہ ہے کیونکہ اس پر مال خرچ ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ سونا، چاندی، نقد روپیہ، گندم، آٹا، کپڑا اور ہر وہ چیز جس پر مال خرچ ہو صدقہ ہی ہے۔ اور صدقہ حسب حیثیت کرنا چاہیئے۔ ہزاروں روپے بھی صدقہ ہے اور غریب آدمی کا چند آنے بھی صدقہ ہے۔ ایک کھجور دینے کو بھی حدیث میں صدقہ کہا گیا ہے۔ بہرحال، صدقات و خیرات سے غفلت نہ چاہیئے۔ اللہ کو خوش کرنے کی نیت سے کچھ نہ کچھ دیتے رہنا چاہیئے۔ ذخیرہ آخرت کے علاوہ دنیاوی مصائب و نوائب اور بلائیں

دباتیں ٹلتی رہیں گی! زکوٰۃ کے صدقہ سے بھی اور نفلی صدقہ سے بھی۔

زکوٰۃ کی فضیلت!

زکوٰۃ کے لغوی معنی ہیں ـــ نشو و نما، بڑھنا، برکت، اور پاکیزگی۔ زکوٰۃ ادا کرنے سے سے باقی مال پاک اور بابرکت ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ جب غیروں کا حق مال سے نکال دیا جاتا ہے تو مال پاک ہو گیا۔ اور یہ حق ادا کرنے سے ـــ یعنی زکوٰۃ دینے سے آدمی کا ثواب بڑھتا اور وہ گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ مالِ حرام میں برکت نہیں ہوتی۔ چور ہزاروں روپے چوری کرکے لاتے رہتے ہیں لیکن انکے گھر میں دیا نہیں جلتا۔ اور محنت کرنے والے ـــ مزدور لوگ اپنی مزدوری سے بال بچوں کا پیٹ پالتے اور تمام دنیا کی ضرورتیں پوری کرتے ہیں۔ سارا یورپ مزدوری کرتا ہے۔

اور اس مزدوری یعنی حلال مال کی بدولت دنیا پر چھایا ہوا ہے۔ تو جب مال و دولت سے زکوٰۃ دے دی تو باقی مال حلال ہوکر بابرکت ہو گیا۔ یہ تجارت سے

بڑھے گا تو برکت میں اضافہ ہوگا۔ اس مال سے کھانا، پینا،
اور پہننا موجب برکت ہوگا کہ اعمالِ خیر کی توفیق ملیگی۔
صحت و سلامتی ساتھ دے گی۔ اور معلق تقدیریں ٹلیں گی۔
زکوٰۃ دیئے گئے مال کا ایک روپیہ خرچ کرنے سے وہ
فائدہ حاصل ہوگا جو مالِ حرام کے دس روپیہ خرچ کرنے
سے نہیں ہوگا۔

جس مال سے زکوٰۃ نہ دیجائے۔ وہ دوزخ میں لیجائے
گا۔ کیونکہ اس میں غریبوں، مفلسوں، ناداروں، محتاجوں،
یتیموں، بھوکوں، ننگوں کا حق ہے۔ چالیسواں حصہ، جسکا
ادا کرنا فرض ہے۔ وہ ادا نہیں کیا۔ ایسے مال پر اللہ
کی لعنت اور غضب اترتا ہے۔ جو آخرت میں صاحب
مال کی ہلاکت اور تباہی کا باعث ہوگا۔

زکوٰۃ کی ملاوٹ سے مال کی ہلاکت

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَا خَالَطَتِ الزَّكٰوةُ مَالًا قَطُّ اِلَّآ اَهْلَكَتْهُ۔ (مشکوٰۃ)

نہیں ملتی زکوٰۃ کسی مال میں کبھی مگر اسکو
ہلاک کر دیتی ہے۔"

یعنے جس مال سے زکوٰۃ نہ ادا جائے وہ اس مال

کو ہلاک اور برباد کر دیتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ زکوٰۃ فقراء کا حق ہے۔ جب وہ حق مال سے جدا نہ کیا۔ اور مستحقوں کو نہ دیا۔ تو یہ مارا ہوا حق، مالِ حرام ہے اور یہ مالِ حرام ـــ دوسرے مال کو بھی ہلاک کر دیتا ہے۔ نقصان پہنچاتا ہے۔

حرام، حلال کو لے ڈوبتا ہے

ہلاک کرنے کی کئی صورتیں ہیں۔ مثال کے طور پر یوں سمجھئے۔ کہ کسی کے پاس، ایک سو روپیہ تنخواہ کا ـــ حلال ہے ـــ اس میں پچاس روپے رشوت کے ملا کر ڈیڑھ سو روپیہ کی گندم خریدی۔ وہ اور اس کا اہل و عیال اس گندم کو کھائیں گے تو گویا حرام خوراک کھائیں گے۔ اور جو گوشت اس خوراک سے پیدا ہوگا۔ وہ دوزخ کے لائق ہے۔ ایسے مال سے جو کپڑے پہنے جائیں گے، ان سے اللہ عبادت قبول نہ کرے گا۔ تو رشوت کے مالِ حرام نے دوسرے مالِ حلال کو بھی حرام کر دیا۔ یہ حرام حلال کو بھی لے ڈوبا۔

زکوٰۃ نہ دینا دوسروں کا حق مارنا ہے

اسی طرح حدیث مذکور کا مطلب سمجھیں۔ کہ جو مالِ زکوٰۃ محتاجوں، ناداروں کو دینا تھا۔ یہ اُن کا حق

تھا۔ جب اُن کو نہ دیا تو اُن کا حق مار لیا۔ یہ مارا ہوا حق یعنی مال جب دوسرے مال کے ساتھ ہی مِلا رہا۔ تو وہ بھی حرام ہو گیا۔ ہلاک ہوگیا۔ زکوٰۃ نہ دیتے گئے مال سے کھانا، پینا اور پہننا جائز نہیں۔ پھر اس مال سے برکت بھی جاتی رہتی ہے۔ اگر اس مال کی تجارت کریں گے، تو نفع درست نہ ہوگا۔ گویا زکوٰۃ نہ دینے کے سبب سارا مال ہلاک اور برباد ہو گیا۔ ایسے شخص کے کھانے کی دعوت بھی قبول نہیں کرنی چاہیئے۔

منکرینِ زکوٰۃ سے جہاد و قتال

قرآنِ مجید میں اللہ نے بیاسی۸۲ بار اٰتُوا الزَّکٰوۃَ فرمایا ہے۔ یعنی زکوٰۃ دو۔ بالکل نماز کی مانند زکوٰۃ بھی فرض ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ منتخب ہوئے۔ تو بعض قبائل نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا، کہ میں ان کافروں سے زکوٰۃ تلوار کے زور سے لوں گا۔ ان سے جہاد و قتال کروں گا، یہانتک کہ ادا کریں جو کچھ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے۔ جیسا کہ بخاری مسلم میں سارا واقعہ

آیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں :۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ لَمَّا تُوُفِّیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ اسْتَخْلَفَ اَبُوْبَکْرٍ بَعْدَہٗ۔ وَ کَفَرَ مَنْ کَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ۔ قَالَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ لِاَبِیْ بَکْرٍ کَیْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ۔ وَ قَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَقُوْلُوْا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فَمَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ عَصَمَ مِنِّیْ مَالَہٗ وَ نَفْسَہٗ اِلَّا بِحَقِّہٖ وَحِسَابُہٗ عَلَی اللّٰہِ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ وَاللّٰہِ لَاُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَیْنَ الصَّلٰوۃِ وَ الزَّکٰوۃِ فَاِنَّ الزَّکٰوۃَ حَقُّ الْمَالِ وَ اللّٰہِ لَوْ مَنَعُوْنِیْ عَنَاقًا کَانُوْا یُؤَدُّوْنَھَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ لَقَاتَلْتُھُمْ عَلٰی مَنْعِھَا قَالَ عُمَرُ فَوَ اللّٰہِ مَا ھُوَ اِلَّا رَاَیْتُ اَنَّ اللّٰہَ شَرَحَ صَدْرَ اَبِیْ بَکْرٍ لِلْقِتَالِ فَعَرَفْتُ اَنَّہُ الْحَقُّ

(متفق علیہ)

(ترجمہ) حضرت ابی ہریرہ رضؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات

ہوتی ۔ اور ان کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے۔ تو عرب سے کچھ لوگ کافر ہوگئے (یعنی غطفان اور بنی سلیم وغیرہ نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے ان کو کافر کہا۔ اور ان سے جنگ کرنے کا ارادہ کیا) حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو کہا۔ کسطرح لڑتے ہو تم (مسلمان) لوگوں سے اور حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حکم دیا گیا ہوں میں یہ کہ لڑوں (کافر)[1] لوگوں سے یہاں تک کہ کہیں لا الہ الا اللہ (یعنی مسلمان ہو جائیں) پھر جس نے کہا لا الہ الا اللہ ، بچایا اس نے مجھ سے مال اپنا اور جان اپنی مگر ساتھ حق اسلام کے اور حساب اس کا اللہ پر ہے۔ پھر کہا ابوبکرؓ نے (حضرت عمرؓ کو) قسم ہے اللہ کی ، البتہ لڑوں گا میں اس

---

[1] کافروں سے لڑنے کا حکم اس صورت میں ہے کہ جب وہ جارحانہ قدم اٹھائیں تو ان سے مدافعانہ لڑا جاتے۔ اسیا یہ لڑائی ان سے اس وقت تک جاری رہے گی کہ یا تو وہ اسلام قبول کر لیں، یا ذمی بن کر رہنے کا اقرار کریں اور جزیہ دیا کریں ؛

شخص سے جس نے فرق کیا درمیان نماز کے اور زکوٰۃ کے۔ اس لئے کہ بے شک زکوٰۃ حق ہے مال کا، (جسطرح نماز حق ہے نفس کا) قسم ہے اللہ کی اگر نہ دیں گے (یہ منکرین زکوٰۃ) مجھ کو بچہ بکری کا جو ادا کرتے تھے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف، تو لڑوں گا میں ان سے اس کے نہ دینے پر۔ کہا عمرؓ نے، قسم ہے اللہ کی نہ تھا وہ مگر جانا میں نے یہ کہ اللہ نے ابوبکرؓ کا سینہ کھول دیا (لڑائی کے لئے) پھر جانا میں نے کہ وہ (لڑنا منکرین زکوٰۃ سے) حق ہے۔"

لہ اس سے معلوم ہوا کہ جو مسلمان ہوکر دائرہ اسلام میں آ گئے ہیں۔ قانونِ اسلامی کو مان کر وفاداری کا اعلان واقرار کر چکے۔ پھر اگر وہ قانون کا خلاف کریں گے۔ تو ان پر سختی کی جائے گی۔ زانی کے لئے سنگساری یا دُرّے ہوں گے۔ چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ شرابی کو بید مارے جائیں گے اور ایسے منکرینِ زکوٰۃ پر جہاد کیا جائے گا۔ تاکہ ان باغیوں کا دماغ درست کیا جائے ــــ حضرت ابوبکرؓ کا منکرینِ زکوٰۃ پر تلوار سے جہاد کرنا ــــ مسئلہ زکوٰۃ کی اہمیت کو خوب روشن کرتا ہے اور زکوٰۃ کا مقام بتاتا ہے۔

فریضۂ زکوٰۃ کا مقام اور اہمیت

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہزاروں صحابہؓ کے سامنے زکوٰۃ کے نادہندوں سے لڑنے کا اعلان کرنا ، اور سب صحابہؓ اور حضرت عمرؓ کا اسے حق اور درست تسلیم کرنا ، فریضہ زکوٰۃ کا مقام متعین کرنا اور اسکی اہمیت بتانا ہے۔ وَکَفَرَ مَنْ کَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ (عرب سے کچھ لوگ کافر ہو گئے) سے پتہ چلتا ہے کہ تمام صحابہؓ منکرینِ زکوٰۃ کے کفر کے قائل اور نادہندِ[1] زکوٰۃ سے تلوار کے زور سے زکوٰۃ لینے کے حامی تھے۔

☆

[1] ایک مسلمان لاکھوں پتی ہے۔ زکوٰۃ کی فرضیت کا قائل ہے۔ لیکن برسوں گذر گئے زکوٰۃ نہیں دیتا۔ اس کے سامنے مالی ضرورتوں کے پورا نہ ہونے سے اسلام کمزور ہو رہا ہے۔ اسلام کی ترقی اور اشاعت کے شعبے جان بہ لب ہیں۔ قومی اور ملی ضرورتیں مال کا تقاضا کرتی ہیں۔ محتاجوں اور مسکینوں کی حالت قابلِ رحم ہے۔ لیکن دولتمند مذکور ہے کہ اسکے کان پر جوں نہیں رینگتی اس شخص سے حکومت بزورِ شمشیر زکوٰۃ لے کر مصارف پر صرف کرے کیونکہ اسلام کا اور قوم کا حق غصب کیے بیٹھا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ پر خلافت کا بار

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جب بارِ خلافت اٹھایا۔ تو انہیں بڑی مشکلات اور ذمہ داریوں کے اثقال و جبال کو اٹھانا پڑا۔ حضور انورؐ کی وفات کے بعد بعض قبائل نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ زکوٰۃ سے بیت المال میں روپیہ آتا ہے۔ جب روپیہ نہ آئے تو جہاد و قتال اور دوسری قومی اور ملی ضرورتیں کہاں سے پوری ہوں۔ جس حکومت کا خزانہ خالی ہو جائے۔ وہ حکومت چل نہیں سکتی۔

اُدہر مسیلمہ کذاب ایک لاکھ کا لشکر لے کر مدینہ پر حملہ آور ہوا۔ جس کی سرکوبی کے لئے حضرت صدیقِ اکبرؓ کو مقابلہ کرنا پڑا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری کے دوران اسامہ بن زیدؓ کو اپنے ہاتھ سے جھنڈا پکڑا کر فوج کے ایک دستہ کے ساتھ جہاد پر روانہ کیا۔ جب حضرت اسامہؓ مدینے سے کچھ فاصلہ پر پہنچے تو رحمتِ عالم کی وفات کی خبر آگئی۔ حضرت اسامہؓ واپس آگئے۔ اب خلیفۃ الرسول جناب ابوبکر صدیقؓ نے حضرت اسامہؓ کو بھی جہاد پر روانہ کرنا تھا۔ جسے سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم

اپنے دستِ مبارک سے علم پکڑا کر روانہ کر چکے تھے۔

یہ تین بڑے اہم کام تھے۔ جن کو خلیفہ برحق جناب ابوبکر صدیقؓ نے سرانجام دینا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ سب کام روپے سے پورے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے زکوٰۃ کے آٹھ مصرف بیان کئے ہیں۔ ان میں ایک فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہ بھی ہے۔ اور فی سبیل اللہ میں جہاد سرفہرست ہے۔ یہ وجہ ہے کہ جناب ابوبکرؓ نے خزانہ پُر کرنے کے لئے زکوٰۃ کی فراہمی فرض سمجھی۔ اور زکوٰۃ کے نادہندوں کے خلاف تلوار اٹھانے کا عزم کیا۔ اللہ تعالےٰ نے خلیفہ برحق کا ساتھ دیا۔ اور ان کے ہاتھ سے سب کام پورے کرا دیئے۔

زکوٰۃ بھی اکٹھی ہوگئی۔ خزانہ بھر گیا۔ مسیلمہ کذاب کو شکست ہوئی اور وہ مارا گیا' اور حضرت اسامہؓ کو بھی ان کے مشن پر بھیجدیا گیا۔ اللہ حضرت ابوبکرؓ کی قبر کو نور سے بھرے۔ انہوں نے بڑے نازک اور آڑے وقت میں اسلام کی وہ خدمت کی جو ان کے سوا کوئی نہ کرسکتا تھا مسلمان قیامت تک ان کے احسان سے سبکدوش نہیں ہو سکتے کہ انہوں نے اسلام کی بنیادوں کو مضبوط کیا کہ عمارت ثریا بوس ہوگئی!

اکتنازِ سیم و زر اور زکوٰۃ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةَ
وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ
كَبُرَ ذَالِكَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالَ عُمَرُ اَنَا
اُفَرِّجُ عَنْكُمْ فَانْطَلَقَ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اِنَّهٗ
كَبُرَ عَلٰى اَصْحَابِكَ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فَقَالَ
اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَفْرِضِ الزَّكٰوةَ اِلَّا لِيُطَيِّبَ
مَا بَقِيَ مِنْ اَمْوَالِكُمْ وَ اِنَّمَا فَرَضَ
الْمَوَارِيْثَ وَ ذَكَرَ كَلِمَةً لِتَكُوْنَ لِمَنْ بَعْدَكُمْ
فَقَالَ فَكَبَّرَ عُمَرُ ثُمَّ قَالَ لَهٗ اَلَا اُخْبِرُكَ
بِخَيْرِ مَا يَكْنِزُ الْمَرْءُ الْمَرْءَةُ الصَّالِحَةُ اِذَا
نَظَرَ اِلَيْهَا سَرَّتْهُ وَ اِذَا اَمَرَهَا اَطَاعَتْهُ
وَ اِذَا غَابَ حَفِظَتْهُ ۝ (ابوداؤد)

(ترجمہ) حضرت ابن عباس رضؓ روایت کرتے ہوتے کہتے ہیں
کہ جب اتری یہ آیت "اور جو لوگ جمع کرتے
ہیں سونا اور چاندی" ـــ بھاری ہوئی یہ آیت
مسلمانوں پر، پس کہا حضرت عمرؓ نے کھولوں گا
میں اس فکر کو تم سے ۔ پھر گئے حضرت عمرؓ رسول

اللہ علیہ اللہ علیہ وسلم کے پاس، اور کہا۔ اے نبی اللہ کے! تحقیق بھاری ہوئی یہ آیت آپکے یاروں پر حضورؐ نے فرمایا۔ (سنو!) تحقیق نہیں فرض کی اللہ نے زکوٰۃ مگر اس لئے کہ پاک کرے جو باقی رہا ہے تمہارے مالوں سے۔ اور سوائے اسکے نہیں کہ مقرر کی ہے میراث اور ذکر کیا ایک کلمہ تاکہ ہو میراث اس شخص کے لئے کہ پیچھے تمہارے (رہا) ہے۔ پھر کہا ابن عباسؓ نے کہ حضرت عمرؓ نے (مارے خوشی کے) اللہ اکبر کہا۔ (کہ مشکل دور ہوئی) پھر حضورؐ نے حضرت عمرؓ کو کہا۔ کہ کیا نہ خبر دوں میں تم کو ساتھ بہترین اس چیز کے کہ جمع کرے آدمی (یعنی بہترین کنز کیا ہے) (سنو!) وہ ہے نیک بخت عورت۔ جب دیکھے (مرد) اس کی طرف تو خوش کرے اسکو، اور جب حکم کرے اس کو، فرمانبرداری کرے اس کی، اور جب غائب ہو (مرد) اس سے، حفاظت کرے اس کی۔ (ابوداؤد)

فرضیتِ زکوٰۃ کے متعلق آیت

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا

يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ؕ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ○ (پ۱۰ ع۱۱)

(ترجمہ) اور جو لوگ جمع کرتے ہیں سونا اور چاندی اور نہیں خرچ کرتے اس کو راہِ خدا میں (یعنی زکوٰۃ نہیں دیتے) پس خوشخبری دے ان کو ساتھ دردناک عذاب کے۔ جس دن کہ اس (سونے چاندی) کو دوزخ کی آگ میں (رکھ کر) تپایا جائے گا۔ پھر اس سے ان کے ماتھے اور ان کی کروٹیں اور ان کی پیٹھیں داغی جائیں گی۔ (اور ان سے کہا جائے گا، یہ ہے جو تم نے اپنے لئے (دنیا میں) جمع کر رکھا تھا۔ تو (آج) اپنے جمع کئے کا مزہ چکھو۔" (پ۱۰ ع۱۱)

پیچھے آپ پڑھ چکے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں بیاسی بار اٰتُوا الزَّکٰوۃَ فرمایا ہے کہ زکوٰۃ دو! اس سے زکوٰۃ کا فرض ہونا پایا جاتا ہے اور ادائیگی کے لئے سخت تاکید ثابت ہوتی ہے۔

آیت مذکورہ میں زکوٰۃ نہ دینے والے کو دوزخ کی آگ سے ڈرایا ہے اور بتایا گیا ہے کہ جس مال سے زکوٰۃ نہ دی

گئی ہوگی۔ وہ مال دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا۔ اور اس سے مال دار کے ماتھے، اس کی کروٹ، اور اس کی پیٹھ کو داغا جائے گا۔ گویا زکوٰۃ نہ دینے والے کو دردناک عذاب سے دوچار ہونا پڑے گا۔ صاحب نصاب لوگوں کو قرآن کی اس وعید سے لرز جانا چاہیئے اور ہر مال اللہ تعالےٰ کے دیتے ہوئے مال سے رحمتِ عالم کے فرمان اور طریقے کے مطابق زکوٰۃ ادا کرنی چاہیئے۔

مال جمع کرنا جائز ہے

جب مذکورہ آیت نازل ہوئی ۔۔ کہ جو لوگ جمع کرتے ہیں سونا اور چاندی ۔۔ تو صحابہؓ پر بھاری ہوئی۔ یعنی صحابہؓ نے سمجھا کہ سونا اور چاندی جمع کرنے پر عذاب ہوگا۔ حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ آیت مذکورہ آپ کے یاروں پر بھاری ہوئی ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ سونا اور چاندی کے جمع کرنے پر عذاب ہوگا۔ (اس بوجھ اور مشکل کا کیا حل ہے ؟) حضور انورؐ نے فرمایا کہ اس آیت میں مال جمع کرنے کی ممانعت نہیں ہے۔ بلکہ خدا نے یہ حکم دیا ہے کہ جمع شدہ مال کو زکوٰۃ دے کر پاک کرو۔ یعنی مال سے زکوٰۃ نکالنے کا حکم ہے۔ جو شخص سونا چاندی جمع کرکے زکوٰۃ نہ دے گا۔ اس کو

عذاب ہوگا۔

ارشاد فرمایا۔ کہ اگر مال جمع ہی نہ ہوگا تو زکوٰۃ کس چیز کی دینی ہے؟ اور ایسے ہی اگر مال اور جائیداد وغیرہ جمع نہ ہوگی، تو پچھلوں کو میراث کیسے ملے گی؟ حاصل کلام یہ کہ مال اور جائیداد وغیرہ جمع کرنی جائز اور بابرکت ہے، تاکہ اس سے زکوٰۃ بھی نکلے اور پچھلوں کے لئے میراث بھی بنے۔

آدمی کا بہترین کنز

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر قربان جائیں کہ آپ نے دنیا اور دین کی بھلائی اور خوبی کی بڑی بڑی لامثال باتیں بتائی ہیں۔ سونے اور چاندی کے کنز (جمع کرنے) کے سلسلہ میں حدیث مذکور کے اندر ایک اور شمع جگا دی۔ فرمایا۔ اَلَا اُخْبِرُكَ بِخَيْرِ مَا يَكْنِزُ الْمَرْءُ! — عمرؓ! (سونا چاندی کے کنز کا مسئلہ تو تم نے سمجھ لیا) کیا نہ بتاؤں میں تجھ کو آدمی کا بہترین کنز؟ (سنو! وہ ہے) اَلْمَرْءَةُ الصَّالِحَةُ۔ نیک بخت عورت (اس کی پہچان یہ ہے) اِذَا نَظَرَ اِلَيْهَا۔ جب مرد اس کی طرف دیکھے۔ سَرَّتْهُ۔ خوش کرے اسکو۔ اِذَا اَمَرَهَا۔ جب مرد حکم کرے اس کو۔ اَطَاعَتْهُ۔ فرماں برداری کرے اس کی۔ وَاِذَا غَابَ عَنْهَا، اور جب مرد غائب ہو اس سے، حَفِظَتْهُ۔ محافظت کرے اس (کے گھر) کی۔

مبارک ہو ایسی بیوی

مبارک ہو آدمی کو ایسی بیوی کہ جب وہ اس کی طرف دیکھتا ہے تو وہ اس کو صورت اور سیرت کے حسن وجمال اور محبت کے دلربا انداز سے خوش کرتی ہے۔ سچی محبت کا جادو جگا کر اس کے دل کی گہرائیوں میں اتر جاتی ہے۔ اور مرد دن بھر کی کوفت تکان، پریشانی اور غم کو بھول کر فردوسِ مسرت میں آبستا ہے۔ وہ سچی محبوبہ شوہر کی اطاعت کرتی، اس کے اشاروں پر چلتی، اس کی خوشی اور چاہت کے چمنستان میں محو خرام رہتی ہے۔ شوہر کی غیر حاضری میں، اس کے گھر اور مال و متاع کی نگہبانی کرتی ہے۔ بڑی خوش اخلاق، ملنسار دین دار، قرآن کی تلاوت کرتی، ترجمہ سمجھتی، عمل سے کردار بناتی اور صوم و صلوٰۃ کی پابند ہے۔ کیا ہی بہتر ہے یہ کنز۔ خزانہ! کہ اس سے اولاد پیدا ہوتی ہے۔ جو دنیا کی زندگی میں باپ کی معاون و مددگار — اور مرنے کے بعد اس کی وارث اور صدقہ جاریہ بنتی ہے۔

اگر کوئی عورت ابھی تک مرد کے لئے بہتر کنز نہیں بنی۔ اور مرد اس کی بدخلقی سے نالاں ہے، تو اسے ابھی سے اپنی اصلاح کر کے اپنے بدلتے ہوئے اچھے رویئے، حسنِ اخلاق، اور خوش گفتاری سے مرد کے دل میں گھر بنا لینا

چاہیئے۔ مشکوٰۃ شریف میں حضور انورؐ نے ارشاد فرمایا ہے۔
اَلدُّنْیَا کُلُّهَا مَتَاعٌ وَخَیْرُ مَتَاعِ الدُّنْیَا الْمَرْءَةُ الصَّالِحَةُ۔ ٥

دنیا سب کی سب متاع ہے اور دنیا کی بہتر متاع صالحہ عورت ہے۔

نوٹ:۔ عورت کی صالحیت میں یہ چیز سرِ فہرست ہے۔ کہ اس میں شوہر کو باغ باغ رکھنے، اور اس کی اطاعت کرنے کا جوہر ہونا چاہیئے۔ اس کی آنکھ اور زبان میں خاوند کے لئے خوش خلقی، محبت اور پیار کا سحر ہونا چاہیئے۔

ترکِ زکوٰۃ کا عذاب
سرورِ کائنات کی نظر میں

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ صَاحِبِ ذَهَبٍ وَّلَا فِضَّةٍ لَا یُؤَدِّیْ مِنْهَا حَقَّهَا اِلَّا اِذَا كَانَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ صُفِّحَتْ لَهٗ صَفَائِحُ مِنْ نَارٍ فَاُحْمِیَ عَلَیْهَا فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ فَیُكْوٰی بِهَا جَنْبُهٗ وَجَبِیْنُهٗ وَظَهْرُهٗ كُلَّمَا رُدَّتْ

اُعِيْدَتْ لَهُ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ الْعِبَادِ فَيُرٰى سَبِيْلُهُ اِمَّا اِلَى الْجَنَّةِ وَ اِمَّا اِلَى النَّارِ۔

(مشکوٰۃ شریف)

(ترجمہ) حضرت ابی ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو سونے یا چاندی والا (صاحب نصاب) اس کا حق (زکوٰۃ) ادا نہ کرے گا۔ تو قیامت کے دن اس کے لئے بنائے جائیں گے (سونے چاندی کے) تختے آگ کے، اور دوزخ کی آگ سے ان کو خوب گرم کرکے اس شخص کے پہلو، پیشانی اور پیٹھ پر داغ لگائے جائینگے۔ جب (ٹھنڈے ہونے پر تختے) جدا کئے جائیں گے، (بدن سے) پھر (گرم کرکے) لائے جائیں گے۔ اور (اس روز) برابر یہ کام ہوتا رہیگا۔ جس کی مقدار پچاس ہزار برس کی ہوگی۔ بالآخر جب (حشر کے دن) بندوں کا فیصلہ ہوگا۔ تو اس کو یا تو جنت کا راستہ دکھایا جائے گا (اگر اس عذاب سے اس کا ترکِ زکوٰۃ کا گناہ جھڑ جائے گا)۔ اور یا دوزخ کا (اگر ابھی گناہ اور ہوگا۔)

محشر کے دن خلقت حساب میں ہوگی اور تارکِ زکوٰۃ عذاب میں!

حدیث متذکرۃ الصدر سے معلوم ہوا کہ محشر کے دن خلقت حساب میں ہوگی۔ اور زکوٰۃ نہ دینے والے عذاب میں ہوں گے۔ مطلب یہ ہے کہ زکوٰۃ کے تارکوں کو میدانِ محشر میں ہی عذاب شروع ہو جائے گا۔ اور آگاہ! ـــ حشر کا دن پچاس ہزار برس کا ہوگا۔ اس کی تشریح یہ ہے کہ کافروں کو قیامت کا دن ایسا دراز معلوم ہوگا یعنی پچاس ہزار برس کے برابر ـــ دوسرے گناہگاروں کو بھی بقدر ان کے گناہوں کے دراز معلوم ہوگا۔ اور کامل مومنوں، موحدوں، عاملوں کو یوم محشر بقدر دو رکعت نماز کے دکھائی دے گا۔

پھر تارک زکوٰۃ یوم محشر میں عذاب بھگت کر نجات پاگیا۔ یعنی اسقدر عذاب سے اگر اسکا ترکِ زکوٰۃ کا گناہ مٹ گیا اور اس کے ذمہ دوسرے گناہ نہ ہوتے تو اسے جنت کا راستہ دکھا دیا جائے گا اور اگر اسقدر عذاب سے اس کے گناہ نہ جھڑے تو پھر دوزخ میں بھیج دیا جائیگا۔

صاحبِ نصاب، مالدار بھائیو! اپنے مالوں کا حق ہر سال ادا کر دیا کرو۔ زکوٰۃ ضرور نکالا کرو۔ جس اللہ نے

مال دیا ہے، اس کے نام کا، اس کی خوشی کی خاطر خوب خرچ کیا کرو۔ کہ آخر چھوڑ جانا ہے! اور اللہ کے پاس چل کر مال کا حساب دینا ہے۔

میدانِ محشر میں
تارکِ زکوٰۃ کے عذاب کا منظر

حضرت ابی ذرؓ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس شخص کے پاس (دنیا میں) اونٹ، یا گائیں یا بکریاں ہوں گی اور وہ ان کی زکوٰۃ نہ دے گا۔ تو لائے جائینگے وہ (جانور) قیامت کے دن اس حال میں کہ بہت بڑے ہونگے، اور بہت موٹے ہونگے۔ پھر (میدانِ محشر میں) کچلیں گے اسکو پاؤں اپنے سے، اور ماریںگے اس کو سینگوں اپنے سے۔ کُلَّمَا جَازَتْ اُخْرَاھَا رُدَّتْ عَلَيْهِ اُوْلٰهَا حَتّٰی یُقْضٰی بَیْنَ النَّاسِ ۔۔۔ جب گزرینگے (مارتے ہوئے) پچھلے ان (جانوروں) کے، پھر لائے جائینگے پہلے ان کے۔ یہاں تک، آدمیوں کے درمیان فیصلہ کیا جائے۔ (بخاری، مسلم)

نوٹ:۔ معلوم ہوا کہ مخلوقات تو حشر میں حساب میں ہوگی۔ اور تارک زکوٰۃ، ترک زکوٰۃ کے گناہ کے عذاب میں

ہوگا۔ صاحب نصاب لوگوں کے لئے غور کا مقام ہے۔

زکوٰۃ کے متعلق جامع ارشاد اور لرزہ خیز انتباہ

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

جو خزانہ والا

(یعنی سونے چاندی کا نصاب رکھنے والا) اپنے خزانہ کی زکوٰۃ نہ دیگا۔ تو (قیامت کے دن) اس کے خزانہ کو دوزخ کی آگ میں گرم کرکے (اسکے) تختے بناکر ان سے صاحب مال کے دونوں پہلوؤں اور پیشانی پر داغ لگائے جائیں گے۔ یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا فیصلہ کرچکے گا اور وہ دن (پورا ہو جائیگا) جس دن کی مقدار پچاس ہزار برس کے برابر ہوگی۔ تو (پھر) یا تو اس شخص کو جنت کا راستہ بتا دیا جائیگا (اگر اس کے گناہ کی سزا پوری ہوگئی) یا دوزخ کا۔ (اگر اس کے گناہ کی سزا پوری نہ ہوئی)

اور جو اونٹوں والا

اونٹوں کی زکوٰۃ نہ دیگا۔ (قیامت کے دن) اُن ہی اونٹوں کی جھپیٹ سے اس کو چٹیل میدان میں منہ کے بل گرا دیا جائیگا۔ اونٹوں کی تعداد پوری ہوگی۔ جتنے (دنیا میں)

تھے۔ اس سے (ہرگز) کم نہ ہوگی۔ اور یہ پوری تعداد اس کو (میدانِ محشر میں) روندے گا۔ جونہی پچھلی جماعت روندتی ہوئی گزرے گی، فوراً اگلی جماعت پھر دوبارہ (روندنے) آ جائے گی۔ یہاں تک (یہ عذاب ہوگا) کہ اس روز کی مقدار پچاس ہزار برس کی پوری ہوگی۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا فیصلہ کرچکے گا۔ (یعنے حساب لے چکے گا) اُسوقت اُس شخص کو یا جنت کا راستہ بتا دیا جائے گا۔ (اگر سزا پوری ہوگئی) یا دوزخ کا (اگر سزا پوری نہ ہوئی)۔

اور جو بکریوں والا

بکریوں کی زکوٰۃ نہ دے گا۔ تو (قیامت کے دن) اُن ہی بکریوں کی جھپٹ سے اُس کو چٹیل میدان میں اُوندھے منہ گرا دیا جائے گا۔ بکریوں کی تعداد جتنی دُنیا میں تھی اتنی ہی ہوگی۔ یہ بکریاں اپنے کھُروں سے اس کو پامال کریں گی۔ اور سینگوں سے ماریں گی۔ اس وقت ان میں کوئی بکری مُنڈی یا اُلٹے سینگوں والی نہ ہوگی۔ جونہی پچھلی جماعت (مارتی ہوئی) گزرے گی۔ فوراً اگلی جماعت دوبارہ آ جائے گی۔ یہاں تک (سزا ہوگی) کہ اس روز کی مقدار پچاس ہزار برس کے برابر ہوگی۔ پھر اللہ تعالےٰ اپنے بندوں میں فیصلہ کرچکے گا تو اس شخص کو یا جنت کا راستہ بتا دیا

جائے گا۔ یا دوزخ کا۔

صحابہؓ نے عرض کیا

اے اللہ کے رسولؐ! گھوڑوں کا کیا حکم ہے؟ فرمایا۔ گھوڑوں کی پیشانیوں سے قیامت کے دن تک خیر وابستہ رہے گی، (سنو!) گھوڑے تین طرح کے ہوتے ہیں۔ بعض آدمیوں کے لئے باعثِ وبال، بعض کیلئے باعثِ تحفظِ عزت۔ بعض کے لئے باعثِ ثواب۔ (سنو!) باعثِ ثواب وہ گھوڑے ہیں جن کو آدمی اللہ کی راہ میں (کام آنے کے لئے) تیار رکھتا ہے۔ ایسے گھوڑے اپنے پیٹ کے اندر جو کچھ (دانہ گھاس پانی وغیرہ) اتارتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ اس کے عوض مالک کیلئے ثواب لکھ دیتا ہے۔ اگر مالک ان کو سبزہ زار میں چراتا ہے تو جو کچھ گھوڑے کھاتے ہیں، اس کی مقدار کے برابر اللہ تعالیٰ (اس کے نامہ اعمال میں) ثواب لکھتا ہے اگر کسی دریا سے پانی پلاتا ہے تو پیٹ میں اترنے والے ہر قطرہ کے عوض اس کو ایک ثواب ملے گا۔ حضورؐ والا نے فرمایا۔ کہ ایسے گھوڑوں کی لید اور پیشاب کے عوض بھی مالک کو ثواب ملے گا۔ (یہانتک کہ) اگر وہ گھوڑے ایک دو ٹیلوں پر چکر لگائیں گے تو جو قدم ڈالیں گے ہر قدم کے عوض مالک کو ثواب ملے گا۔

اور (عزت کے) بچاؤ کے گھوڑے وہ ہیں۔ جن کو آدمی برقراریِ عزت اور اظہارِ نعمتِ الٰہی کے لئے باندھتا ہے۔ اور جو حقوق گھوڑوں کی پشتوں اور پیٹوں سے وابستہ ہیں ان کو بھی فراموش نہیں کرتا۔

ہاں وہ گھوڑے (مالک کے لئے) باعثِ وبال ہیں جن کو دکھاوٹ، غرور، تکبر اور اترانے کے لئے باندھتا پالتا ہے۔

صحابہؓ نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسولؐ! گدھوں کا کیا حکم ہے؟ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر ان کے متعلق کوئی (مستقل) حکم نازل نہیں فرمایا۔ ہاں یہ آیتؐ[1] جامع موجود ہے۔

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ○ وَ مَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ○ (پ۳۰ ع ۲۴)

تو جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اس نیکی کو (بچشمِ خود) دیکھ لیگا اور جس نے ذرہ بھر برائی کی ہوگی وہ اس برائی کو (بچشمِ خود) دیکھ لے گا۔ (صحیح مسلم شریف)

---

[1] مطلب یہ ہے کہ اگر گدھے سے نیک کام لے گا۔ تو ثواب ملے گا اور اگر بُرا کام لے گا تو گناہ ہوگا۔

زکوٰۃ نہ دینے والوں کا خوفناک انجام

حضرت ابی ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

مَنْ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكٰوتَهٗ مُثِّلَ لَهٗ مَالُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ شُجَاعًا اَقْرَعَ لَهٗ ذَبِيْبَتَانِ يُطَوَّقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ يَاْخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ يَعْنِيْ بِشِدْقَيْهِ ثُمَّ يَقُوْلُ اَنَا مَالُكَ اَنَا كَنْزُكَ ثُمَّ تَلَا وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ الْاٰيَةَ ۔ (رواہ البخاری)

(ترجمہ) جس شخص کو اللہ نے مال دیا۔ پھر نہ دی زکوٰۃ اس کی۔ تو بنایا جائے گا مال اس کا قیامت کے دن گنجا سانپ، جس کی آنکھوں پر دو سیاہ نقطے ہوں گے۔ ڈالا جائے گا وہ سانپ بطور طوق کے اس کی گردن میں قیامت کے دن، پھر وہ پکڑے گا دونوں باچھیں اس کی۔ اور کہے گا۔ میں ہوں مال تیرا۔ میں ہوں گنج تیرا۔ پھر حضورؐ نے (موافق حال) پڑھی یہ آیت۔ اور نہ گمان کریں وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں۔ تا آخر آیت۔ (بخاری شریف)

پوری آیت یہ ہے!

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَّهُم بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ (پ ع ۹)

(ترجمہ) اور نہ گمان کریں وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں ساتھ اس چیز کے کہ دیا ہے ان کو اللہ نے اپنے فضل سے وہ بہتر ہے واسطے ان کے، بلکہ وہ (مال بغیر زکوٰۃ کے) بُرا ہے واسطے ان کے۔ البتہ طوق پہنائے جائیں گے وہ چیز کہ بخل کیا ہے ساتھ اس کے دن قیامت کے۔ اور واسطے اللہ کے ہے میراث آسمانوں کی اور زمین کی اور اللہ تعالیٰ تمہارے عملوں سے خبردار ہے۔

تارکِ زکوٰۃ کو گنجا سانپ ڈسے گا

اس آیت کا مفہوم جو حضور انورؐ نے حدیث بیان کرکے پڑھی تھی، یہ ہے کہ جن لوگوں کو اللہ نے اپنے فضل سے مال دے رکھا ہے، اگر وہ مال میں بخل کریں گے یعنی اس کی زکوٰۃ نہ دیں گے تو اس زکوٰۃ نہ دینے کو وہ اچھا نہ سمجھیں کہ مال میں کمی نہیں ہوتی۔ ہزار میں سے پچیس

روپیہ نہیں نکلے، بلکہ وہ اس بخل کو بُرا سمجھیں کہ قیامت کے دن یہ مال آگ کا طوق بناکر اس کے گلے میں ڈالا جائیگا۔

حضور انورؐ نے حدیث میں طوق کی یوں تشریح کی ہے کہ وہ مال قیامت کے دن گنجا سانپ بناکر جس کی آنکھوں پر دو سیاہ نقطے ہونگے، تارک زکوٰۃ کی گردن میں بطور طوق ڈالا جائیگا۔ پھر وہ سانپ اس کی باچھیں کاٹے گا۔ اور کہے گا۔ میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں۔

ہر مسلمان کو اللہ تعالیٰ اور اس کے سچے رسول حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی بات پر صدق دل سے ایمان لانا چاہیئے اور بحیثیت مسلمان یقین کرنا چاہیئے کہ تارکِ زکوٰۃ کو یہ عذاب ہوکر رہیگا۔ جب عذاب کی حقیقت پر ایمان ہے تو پھر اس عذاب سے بچنے کے لئے ہر صاحبِ نصاب کو ضرور زکوٰۃ دینی چاہیئے۔

سونے چاندی کا نصاب اور شرح زکوٰۃ

حدیث شریف کی کتاب بلوغ المرامؒ میں سونے کا نصاب بیس دینار آیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس بیس دینار سونا ہو اور اس پر ایک[1] سال گزر جائے، تو چالیسواں حصہ زکوٰۃ دینی فرض ہے۔ یعنی نصف دینار۔ اور

[1] تفصیل صفحہ ۹۹ پر ملاحظہ ہو

اگر سونا بیس دینار سے کم ہو تو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔ یاد رکھیں کہ ایک دینار ساڑھے چار ماشے کا ہوتا ہے۔ تو بیس دینار ساڑھے سات تولے سونا ہوا۔ پس $7\frac{1}{2}$ تولہ کی مقدار سونے کا نصاب ہے۔ اس پر زکوٰۃ سوا دو ماشے سونا، یعنی چالیسواں حصہ دینی پڑیگی۔ ساڑھے سات تولہ سونا سے کم وزن پر زکوٰۃ نہیں ہے۔

چاندی کا نصاب:۔ چاندی کا نصاب جو ابو سعید خدریؓ کی روایت میں، جو بخاری اور مسلم میں آئی ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پانچ اوقیہ مقرر فرمایا ہے۔ اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ پس پانچ اوقیہ دو سو درہم چاندی ہوتی — ایک درہم تین ماشہ، ایک رتی، اور رتی کا پانچواں حصہ ہوتا ہے۔ (۳ ماشہ - $1\frac{1}{5}$ رتی)، تو پانچ اوقیہ یا دو سو درہم کے چھ سو تیس ماشے یعنی ساڑھے باون تولے ($52\frac{1}{2}$) بنتے ہیں۔ یہ ساڑھے باون تولے چاندی کا نصاب ہے۔ اس

لہ حضرت عباسؓ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سال گزرنے سے پہلے زکوٰۃ ادا کرنے کے متعلق پوچھا۔ فَرَخَّصَ لَهُ فِيْ ذَالِكَ۔ تو آپ نے اس کو اس کی اجازت دے دی۔ (مشکوٰۃ) پس اگر کوئی سال سے قبل یعنی پیشگی زکوٰۃ دینا چاہے تو دے سکتا ہے۔

سے کم پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ جب اس نصاب پر سال گزر جائے تو چالیسواں حصہ یعنے پانچ درہم زکوٰۃ دینی پڑے گی۔

حساب کی آسان صورت

سونے اور چاندی کی زکوٰۃ دینے کی آسان صورت یہ ہے کہ جسکے پاس سونا اور چاندی بقدر نصاب موجود ہو اور اس پر سال گزر جائے تو سونے اور چاندی کا وزن کرکے وقت کے نرخ کے مطابق قیمت لگالیں۔ جتنی رقم بنے، اس سے اڑھائی روپیہ فی سینکڑہ کے حساب سے زکوٰۃ گن لیں۔ یہی چالیسواں حصہ ہے۔ اور زکوٰۃ کا حساب کرتے وقت نصاب بھی شامل کرنا ہے۔ مثلاً چالیس تولے سونے کی زکوٰۃ دینی ہے۔ تو نصاب ۷½ تولے نکال کر باقی وزن کی قیمت نہیں لگانی بلکہ پورے چالیس تولے سونے کی قیمت لگانی ہے۔

فرض کیجئے۔ آپ کے پاس پچاس تولے سونا ہے، اور سو تولے چاندی ہے۔ تو اس کی زکوٰۃ یوں دیں کہ بازار سے سونے کا بھاؤ دریافت کریں۔ سونے کا بھاؤ ۱۳۰ روپے فی تولہ ہے۔ تو پچاس تولے سونے کی قیمت ۶۵۰۰ روپیہ ہوئی۔ اڑھائی روپیہ سینکڑہ کے حساب سے ۱۶۲ روپے ۸ آنے زکوٰۃ ہوئی۔

اسی طرح سو تولے چاندی کی زکوٰۃ یوں دیں کہ وقت کا نرخ مثلاً ڈیڑھ روپیہ فی تولہ ہے۔ تو سو تولہ چاندی کے

ڈیڑھ سو روپیہ (۱۵۰) ہوتے۔ اڑہائی روپیہ سینکڑہ کے حساب سے ۳ روپے ۱۲ آنے زکوٰۃ ہوئی۔

ایسے ہی نقدی کا حساب کرلیں۔ آپ کے پاس جتنے سو روپیہ ہوں، اڑہائی روپیہ فیصدی کے حساب سے زکوٰۃ دیں یا جتنے ہزار روپیہ ہوں۔ ۲۵ روپیہ فی ہزار کے حساب سے زکوٰۃ نکالیں۔ یہ بھی چالیسواں حصہ ہی ہے۔

نصاب سے کم وزن پر زکوٰۃ

یہ تو آپ معلوم کرچکے کہ سونے اور چاندی کے مقررہ نصاب سے کم وزن پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ یعنی ساڑھے سات تولے سونے اور ساڑھے باون تولے چاندی سے کم وزن پر زکوٰۃ دینی فرض نہیں۔ لیکن اگر کوئی سعید فطرت نصاب سے کم وزن پر اپنی خوشی سے زکوٰۃ دینا چاہے تو دے سکتا ہے اس کو ضرور ثواب ملیگا۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت جو صدقۃ الغنم کے متعلق صحیح بخاری میں موجود ہے۔ اس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اِلَّا مَا شَآءَ الْمُصَدِّقُ فرما کر مالک کو اپنی خوشی سے (کم نصاب پر بھی) زکوٰۃ دینے کی رخصت دی ہے۔

اونٹوں کی زکوٰۃ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے

بخاری شریف میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اونٹوں کی زکوٰۃ کا نصاب پانچ اونٹ[1] مقرر فرمایا ہے۔ پانچ اونٹوں میں تین بکریاں۔ بیس اونٹوں میں چار بکریاں اور پچیس اونٹوں میں ایک سالہ اونٹنی، پینتیس تک! اور اگر ایک سالہ اونٹنی نہ مل سکے تو دو سالہ بچہ اونٹ دیں۔ پھر جب پینتیس سے زاید ہو جائیں۔ تو ساٹھ تک تین سالہ بچہ دیں۔ اور پچھتر تک چار سالہ اونٹنی دیں۔ پھر نوّے تک دو بنت لبون (یعنے دو دو برس کی دو اونٹنیاں) اور ایک سو بیس تک تین برس کی تین[2] اونٹنیاں۔ اور جب ایک سو بیس سے زاید ہوں تو ہر چالیس اونٹ میں دو برس کی اونٹنی دیں اور ہر پچاس پر تین برس کی اونٹنی دیں۔ (بخاری شریف)

بکریوں کی زکوٰۃ بکریوں کی زکوٰۃ کا نصاب رسول اللہ

---

[1] رحمتِ عالم نے فرمایا جس شخص کے پاس چار اونٹ ہوں۔ فَلَيْسَ فِيهَا صَدَقَةٌ پس نہیں ہے ان میں زکوٰۃ۔ (کیونکہ وہ نصاب کو نہیں پہنچے) اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ رَبُّهَا۔ مگر یہ کہ چاہے مالک ان کا۔ (مشکوٰۃ) یعنی مالک اپنی خوشی سے ان کی زکوٰۃ دے سکتا ہے۔

[2] یا دو حقّے۔ یعنے چار سال کے دو بچہ اونٹ (ابن ماجہ)

صلے اللہ علیہ وسلم نے چالیس بکریاں مقرر فرمایا ہے۔ چالیس بکریوں سے ایک سو بیس تک ایک بکری زکوٰۃ ہے۔ اور ایک سو بیس سے لے کر دو سو تک دو بکریاں اور دو سو سے تین سو تک تین بکریاں زکوٰۃ دیں۔ اسکے بعد ہر سینکڑے پر ایک بکری زکوٰۃ ہے۔

چالیس سے کم پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ حضورؐ انور نے فرمایا۔ اگر بطور خیرات کے مالک دینا چاہے تو دے سکتا ہے۔ (بخاری شریف)

گائیوں کی زکوٰۃ گائیوں کا نصاب زکوٰۃ تیس گائیں ہیں۔ اس سے کم پر زکوٰۃ نہیں۔ گائیوں کی شرح زکوٰۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یوں بیان فرماتے ہیں کہ تیس گائیوں میں ایک بچہ جو دوسرے سال میں قدم رکھ چکا ہو، زکوٰۃ میں دینا چاہیئے۔ اور چالیس گائیوں میں دو سالہ بچہ (جو تیسرے سال میں قدم رکھ چکا ہو) دینا چاہیئے۔ (پھر جس قدر زیادہ ہوں اسی حساب سے دیتے جائیں۔) (ابن ماجہ)

کھجوروں کی زکوٰۃ حضرت ابو سعید خدریؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پانچ وسق (تیس من) سے کم

کھجوروں میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ (بخاری شریف)

(نوٹ) تیس من کھجوروں میں دسواں حصہ زکوٰۃ ہے۔

شہد کی زکوٰۃ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ شہد کی زکوٰۃ کے بارے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی ہر دس مشکوں میں ایک مشک زکوٰۃ دو۔ (ترمذی)

پہنے ہوئے زیور پر زکوٰۃ

بعض لوگ کہتے ہیں کہ زیور چونکہ استعمال میں رہتا ہے، اسلئے اس پر زکوٰۃ نہیں۔ اور جو پڑا رہتا ہے۔ اس میں ہے بعض کہتے ہیں کہ زیور کی ایک ہی دفعہ زکوٰۃ دینی واجب ہے۔ ہر سال نہیں۔ عرض ہے کہ یہ سب سنی سنائی باتیں ہیں ان پر کوئی دلیل ہماری نظر سے نہیں گزری۔ سونا چاندی استعمال میں ہو یا پڑا رہے۔ کسی حالت میں ہو۔ اس پر ہر سال زکوٰۃ دینی فرض ہے۔ دلیل ملاحظہ ہو۔

سونے کے کڑوں پر زکوٰۃ کا حکم

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو عورتیں حاضر ہوئیں۔ جن کے ہاتھوں میں سونے کے کڑے تھے۔ حضور انورؐ نے ان سے پوچھا۔ کیا ان کڑوں کی زکوٰۃ دیتی ہو؟ انہوں نے عرض کیا۔ نہیں! سرورِ عالم صلے

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا تم چاہتی ہو کہ خدا تمہیں (قیامت کے دن) آگ کے دو کڑے پہنائے۔ وہ بولیں۔ نہیں حضورؐ! (توبہ) آپ نے ارشاد فرمایا۔ فَاَدِّیَا زَکٰوتَہٗ۔ پھر اس سونے کی زکوٰۃ دو۔ (ترمذی شریف)

گروہِ زناں زکوٰۃ دو

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے گروہِ زناں اپنے مال کی زکوٰۃ نکالا کرو۔ اگرچہ اپنے زیور سے ہو۔ اس لئے کہ قیامت کے دن تم (زیور کی زکوٰۃ نہ دینے کے سبب) اکثر دوزخی ہوگی۔ (ابوداؤد)

حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے۔ وہ کہتی ہیں۔ میں پہنا کرتی تھی اوضاح سونے کے۔ (اوضاح ایک قسم کا زیور تھا) میں نے کہا۔ اے اللہ کے رسولؐ! کیا یہ کنز ہے؟ آپ نے فرمایا۔ جو مال اتنا ہو جائے۔ جس میں زکوٰۃ دینی لازم آئے۔ پھر اس کی زکوٰۃ دے دی جائے۔ تو وہ کنز نہیں ہے۔ (ابوداؤد)

کنگنوں کی زکوٰۃ دیتی ہو؟

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضؓ سے روایت ہے۔ کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی۔ اور اس کے ساتھ اس کی بیٹی بھی تھی۔ اور بیٹی کے ہاتھ

ہیں دو کنگن تھے موٹے موٹے سونے کے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے (دیکھ کر) فرمایا۔ اتعطین زکوٰۃ ھذا۔ کیا تم اس کی (یعنی سونے کی) زکوٰۃ دیتی ہو؟ وہ بولی۔ نہیں! آپؐ نے فرمایا۔ کیا تجھے اچھا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ قیامت کے دن تجھ کو دو کنگن آگ کے پہنائے؟ (یہ سنکر) اس نے کنگنوں کو اتارا۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے آگے ڈال دیا۔ اور کہا۔ ھما للہ و لرسولہ۔ یہ کنگن اللہ اور اس کے رسولؐ کے لئے ہیں۔ (ابوداؤد)

مالِ تجارت میں زکوٰۃ

حضرت سمرہ بن جندبؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سوداگری کے مال میں سے زکوٰۃ نکالنے کا حکم دیا ہے۔ (ابوداؤد)

نوٹ:- رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کے مطابق، تمام سوداگروں، تاجروں اور ہر قسم کی دکان داری کرنے والوں کو ہر سال مال گن کر اس کا وقت کیمطابق نرخ لگا کر اڑھائی روپیہ سینکڑہ کے حساب سے زکوٰۃ ادا کر دینی چاہیئے۔

زمین کی پیداوار پر زکوٰۃ

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس زراعت میں آسمان سے پانی پہنچے۔ یا نہر سے یا چشمے سے یا خود بخود زمین کے اندر سے تری پہنچے۔ اس میں (یعنی ایسی زراعت میں۔ جو بھی زمین اگائے) دسواں حصہ زکوٰۃ ہے۔ اور جس زراعت میں پانی کنوئیں سے کھینچکر دیا جائے۔ اس میں بیسواں حصہ لازم ہے۔ (ابوداؤد)

نوٹ:۔ اس سے ثابت ہوا کہ زمین کی پیداوار میں بھی زکوٰۃ ہے۔ زمینداروں کو اللہ سے ڈر کر اپنی زراعت سے زکوٰۃ دینی چاہیئے تاکہ ان کا اناج پاک ہو جائے۔ اور حلال ہوکر کھانے کے لئے بابرکت بن جائے۔

پھلوں کیلئے زکوٰۃ

ارشاد خداوندی ہوتا ہے۔

كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ۔ (پ۸ ع ۴)

کھاؤ اس کے پھل سے جب (درخت) پھل لائے۔ اور دو حق اسکا اس کے کاٹنے کے دن۔"

نوٹ:۔ مال کی زکوٰۃ برس کے بعد ہے اور پھلوں کی جب کاٹے جائیں۔

مال و دولت کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا

محنت، مزدوری، دستکاری، ملازمت، زراعت، تجارت

اور سوداگری سے کمانا حلال کی روزی ہے۔ دھوکے، رشوت، اور بد دیانتی سے بچکر اگر کوئی بڑا مال دار ہو جائے۔ لاکھوں، کروڑوں روپیہ کا مالک بن جائے۔ کارخانے، ملیں (MILLS) کوٹھیاں، بنگلے بنالے۔ زمینیں خریدے۔ اسلام اس پر کوئی پابندی نہیں لگاتا۔ یہ سب کچھ — دولت اور خزانے — اس کے لئے مبارک ہیں، صرف ایک شرط پر — اور وہ ہے زکوٰۃ ادا کرنا، جب سونے چاندی کی، نقدی کی، چارپایوں کی، پیداوار کی، جائیدادوں کے کرایہ اور تمام مالِ تجارت کی زکوٰۃ رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان اور شرح کیمطابق ادا کر دی۔ تو دولت کے انبار اور خزائن مالک کیلئے حلال اور بابرکت ہیں۔

زکوٰۃ دینے کے علاوہ بھی، دنیا کی آرائش۔ زیب و زینت، اموال و خزائن اور اموال کو چھوڑ کر خالی ہاتھ رخصت ہونیوالے بھائیوں کو چاہیئے کہ وہ شب و روز صدقات و خیرات اور انفاق کی برکھا بن کر ناداروں، محتاجوں، تنگ دستوں، مفلسوں، مسکینوں کے "خشک کھیتوں" کو سیراب کیا کریں۔ ان کے خزاں دیدہ بوستانوں پر بذل و عطا کی بہاراں بنیں۔ اللہ کی رضا کے لئے دین کے تقاضوں پر صرفِ خزائن کریں۔ قومی، ملی اور ملکی

ضروریات پوری کر کے اپنے پروردگار کو راضی کریں۔ کہ آخر یہ سب مال و دولت اللہ کا دیا ہوا ہے۔ اور چند روزہ ہے۔ ؎

یہ عالَم یہ ہنگامۂ رنگ و صوت
یہ عالَم کہ ہے زیرِ فرمانِ موت
یہ عالَم یہ بُت خانۂ چشم و گوش
جہاں زندگی ہے فقط خورد و نوش
خودی کی یہ ہے منزلِ اوّلیں!
مسافر، یہ تیرا نشیمن نہیں!
تری آگ اس خاکداں سے نہیں
جہاں تجھ سے ہے تو جہاں سے نہیں
بڑھے جا یہ کوہِ گراں توڑ کر
طلسمِ زمان و مکاں توڑ کر

یاد رہے کہ انسان دنیا میں

محض مال و دولت اکٹھی کرنے اور دادِ عیش دینے کے لئے نہیں آیا ہے۔ بلکہ وہ بہشت سے نکل کر اس جہان میں مسافر بن کر آیا ہے۔ اس "حادثہ" کے بعد اس کو سنبھل کر قدم رکھنا چاہئیے۔ تاکہ اس کی زندگی کا خاتمہ ایک طریبہ

بنے۔ نہ کہ المیہ!

اللہ تعالےٰ اپنے پیغمبروں کو صرف اس لئے بھیجتا ہے کہ وہ "مسافروں" کو اللہ کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنے کی تعلیم دیں۔ تاکہ ان کا انجام بخیر ہو۔ اور یہ سفر سے بعافیت گھر لوٹ آئیں۔ ؎

نہ تو زمیں کے لئے نہ آسماں کے لئے!
جہاں ہے تیرے لئے تو نہیں جہاں کیلئے

خدائے لم یزل نے سارا جہان اور جہان کی تمام نعمتیں محض انسان کی خدمت . . . . کے لئے بنائی ہیں۔ تاکہ اس مسافر کا سفر آرام سے گزرے۔ پھر اگر کسی انسان کو یہاں کی نعمتیں، اموال و خزائن اور دولت کے انبار فراوانی اور کثرت سے مل گئے ہیں، تو یہ اللہ کی دین ہے۔ اسے چاہیئے کہ سانپ بن کر دولت پر نہ بیٹھ جائے بلکہ اسے کھائے اور کھلائے۔ مال کو اللہ کے نام پر نچھاور کرے۔ جو مدّیں اور مصارف اللہ نے بتائے ہیں۔ ان پر خرچ کرے۔ زادِ راہ بنائے۔

ہزاروں روپیہ کی ملکیت، لاکھوں کا قبضہ اور کروڑوں کے بینک بیلنس رکھنے والے بھائیو! مرنے کے بعد غسل کا تصور، تکفین کا خیال اور بننے والی قبر کا دھیان کر کے سوچو!

کہ آپ کے ساتھ کیا چیز جائے گی؟ کچھ نہیں! البتہ وہ صدقات وخیرات اور انفاقِ فی سبیل اللہ جو رضائے الٰہی کے لئے کئے گئے ہوں گے۔

موت سے پہلے خیرات کرو

ارشادِ خداوندی ہوتا ہے۔

وَ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَ اَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ (پ۲۸ ع۱۴)

اور ہم نے تجھ کو جو (مال و دولت وغیرہ) دے رکھا ہے۔ اس میں سے (اللہ کی راہ میں بھی کچھ) خرچ کرتے رہا کرو۔ (مگر) اس سے پہلے (ہی خرچ کرلو) کہ تم میں سے کسی کی موت آموجود ہو۔ اور وہ (اس وقت) کہنے لگے۔ کہ اے میرے پروردگار کاش! تو مجھ کو تھوڑے دنوں کی اور مہلت دیتا۔ اور میں خیرات کرتا اور نیک بندوں سے ہو جاتا۔"

زندگی کا بھروسہ نہیں!

موت کے آنے سے پہلے پہلے راہ خدا میں خرچ کر لیں۔ صدقات وخیرات ـــ زکوٰۃ سے دوزخ کی آگ ٹھنڈی کرلیں۔ کرسو

زندگی کہتی ہے غافل میں فنا کا باب ہوں
چھیڑتے ہیں سازِ غم جس سے میں وہ مضراب ہوں
عافیت سے دور رکھتی ہوں اذیت سے قریب
منتشر بادل کا سایہ ہوں پریشاں خواب ہوں

ثعلبہ انصاری کو فتنۂ مال نے ہلاک کر دیا

فَاعْتَبِرُوْا يَا أُولِي الْاَبْصَارِ!

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ ثعلبہ بن حاطب انصاری نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ حضورؐ! میرے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ مجھے مال و متاع عطا فرمائے۔ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

ویحك یا ثعلبہ قلیل تودی شکرہ خیر من کثیر لا تطیقه۔

اے ثعلبہ! بربادی تیری۔ تھوڑا مال ایسا کہ جس کا تو شکر ادا کرے، ایسے بہت سے مال سے بہتر ہے جس کے شکر کرنے کی تو طاقت نہ رکھے۔"

ثعلبہ نے دوبارہ عرض کیا کہ حضورؐ دعا فرمایئے۔ آپ

نے ارشاد فرمایا۔ کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ تو اللہ تعالےٰ کے رسول کی مانند ہو؟ قسم ہے اس ذات پاک کی کہ جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ کہ اگر میں چاہوں کہ پہاڑ میرے واسطے سونے چاندی کے ہو جائیں۔ تو (اللہ کے فضل اور تصرف سے) ہوکر میرے ساتھ چلیں۔ ثعلبہ نے پھر عرض کیا۔ قسم ہے اس ذات پاک کی کہ جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ کہ اگر آپ اللہ سے دعا کریں۔ اور اللہ تعالےٰ مجھے مال عطا کرے۔ تو میں ہر حقدار کو اس کا حق پہنچاؤں گا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی:۔

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْ ثَعْلَبَۃَ مَالاً۔!

میرے اللہ ثعلبہ کو مال عطا کردے۔!

حضرت ابو امامہؓ کہتے ہیں۔ کہ پھر ثعلبہ نے کچھ بکریاں لیں اور (اللہ کی شان) وہ کیڑوں کی طرح بڑھنے لگیں۔ یہاں تک کہ مدینہ کی آبادی میں اس کا رہنا دشوار ہو گیا۔ پھر وہ باہر وادی میں جا رہا۔ ظہر اور عصر کی نماز جماعت سے آکر پڑھتا اور باقی نمازوں میں جماعت چھوڑ دی۔ اس کا مال اور بڑھ گیا۔ اتنی کثرت ہوئی کہ دور جنگل میں چلا گیا۔ اب تو جماعت سے نماز بالکل چھوڑ

دی۔ البتہ جمعہ کے روز جماعت میں حاضر ہوتا۔ بکریوں کی کثرت اسی طرح کیڑوں کی طرح جاری تھی۔ یہاں تک کہ (مال کی محبت اور کثرتِ مشاغل کے باعث) جمعہ بھی چھوٹ گیا۔ آنے جانے والے لوگوں سے راہ میں ملتا اور خبریں دریافت کر لیتا۔

ایک روز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ثعلبہ نے کیا کیا؟ لوگوں نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسولؐ! اس نے بکریاں پالیں۔ اور ان کی کثرت کے باعث اس کو مدینہ میں رہنا دشوار ہو گیا۔ اسی طرح اسکا سب حال بیان کیا تو حضور انورؐ نے فرمایا۔ یا ویح ثعلبہ۔ یعنے ثعلبہ کی خرابی۔

اسی اثنار میں اللہ تعالےٰ نے مالوں میں سے صدقات (زکوٰۃ) لینے کا حکم نازل فرما دیا۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جہینہ میں سے ایک اور بنو سلیم میں ایک آدمی مقرر کیا۔ اور دونوں کو مسلمانوں سے صدقات لینے کی کیفیت لکھ دی۔ اور ان کو کہا کہ ثعلبہ اور فلاں مرد اسلمی کے پاس بھی جانا۔ اور ان دونوں سے صدقات (زکوٰۃ) لے آنا۔

یہ دونوں عامل روانہ ہوکر ثعلبہ کے پاس آئے۔ اور

اس کو صدقہ (زکوٰۃ) کے لئے کہا۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان پڑھ کر سنایا۔ اس نے کہا۔ یہ (زکوٰۃ کا مطالبہ) اور کچھ نہیں یہ تو جزیہ ہے یا جزیہ کی بہن صدقہ ہے۔ میری تو سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ زکوٰۃ کیا ہے) اچھا تو تم جاؤ۔ اور فارغ ہونا تو پھر میرے پاس سے ہوتے جانا۔

وہ دونوں مرد اسلمی کی طرف روانہ ہوئے۔ جب اس نے اُن کے آنے اور صدقہ کا حکم نازل ہونے کا حال سُنا۔ تو اپنے اونٹوں میں سے اچھے اچھے صدقہ کے لئے چھانٹ لئے۔ اور لے کر دونوں کا استقبال کیا۔ ان عاملوں نے اونٹوں کو دیکھا۔ تو کہا۔ بھائی! ایسے عمدہ اور اچھے اونٹ چھانٹ کر دینا تم پر واجب نہیں ہے۔ اور ہم تجھ سے یہ نہیں لینا چاہتے۔ اس نے کہا۔ واجب نہ سہی مگر میرے دل کی خوشی اسی میں ہے کہ لے لو۔ یہ سب صدقہ ہی کے لئے ہیں۔ پھر انہوں نے وہ اونٹ لے لئے۔ اور اسی طرح حکم کے مطابق اور لوگوں سے صدقات لیتے ہوئے پھر ثعلبہ کی طرف لوٹ کر آئے۔

ثعلبہ نے کہا۔ وہ فرمان تو دکھاؤ۔ جب دکھایا۔ تو اس کو پڑھ کر کہنے لگا۔ یہ اور کچھ نہیں۔ یہ جزیہ ہے۔ یہ اور کچھ نہیں۔ یہ جزیہ کی بہن صدقہ ہے۔ اچھا! اس وقت

تو تم جاؤ۔ میں اس بارے میں اپنی رائے سے غور کرونگا۔

وہ دونوں روانہ ہوکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔ اور ابھی دونوں نے کچھ عرض نہ کیا تھا۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو دیکھتے ہی فرمایا۔ (کہ بذریعہ وحی سب حال معلوم ہوگیا تھا) یا ویح ثعلبۃ ـــ ثعلبہ کی بربادی آئی۔ اور مرد اسلمی کو (جس نے اچھے اچھے اونٹ چھانٹ کر بخوشی خاطر دیئے تھے) دعا دی۔

پھر ان دونوں نے سلام عرض کرکے حال بیان کیا۔ کہ ثعلبہ نے ایسا ایسا کہا، اور مرد اسلمی نے اس طرح صدقہ کے اونٹ بخوشی خاطر اصرار سے ہم کو دیئے تھے۔ پھر اللہ تعالےٰ نے (ثعلبہ کی مذمت میں) یہ آیت نازل فرمائی۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ فَلَمَّا اٰتٰهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَاۤ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝ اَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝ (پ۱۰ ع ۱۶)

(ترجمہ) اور بعض ان میں سے وہ ہیں کہ عہد کیا اللہ سے، اگر دیگا ہم کو (مال) اپنے فضل سے تو ضرور ہم خیرات (زکوٰۃ) دیں گے، اور البتہ ہوں گے ہم صالحوں سے۔ پھر جب دیا ان کو (اللہ نے مال) اپنے فضل سے (تو) بخل کیا اس میں اور پھر گئے (عہد سے) اور وہ منہ پھیرنے والے ہیں۔ پھر اس کا اثر رکھا نفاق ان کے دلوں میں اس دن تک کہ ملیں گے اس سے، بسبب اس کے کہ خلاف کیا اللہ سے، جو وعدہ کیا تھا اس سے، اور بسبب اسکے کہ جھوٹ بولتے تھے۔ کیا نہیں جانتے کہ اللہ جانتا ہے بھید ان کا اور مشورہ ان کا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے غیبوں کا۔"

ثعلبہ نے مال سے از حد محبت کی اور خدا کا حکم آنے پر زکوٰۃ نہ دی۔ اور خدا سے وعدہ خلافی کی۔ تو اللہ تعالےٰ نے اس کو منافق قرار دیا۔ ارشاد فرمایا

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ۔ اور (منافقوں میں سے) بعض وہ شخص ہے (یعنی ثعلبہ) کہ اس نے اللہ تعالےٰ سے عہد کیا (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بیچ میں لے کر) لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ۔ اگر اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل

سے ہم کو (کثرت سے مال) دیا۔

لَنَصَّدَّقَنَّ وَ لَنَكُونَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ۔ تو ضرور ہم زکوٰۃ و خیرات دیں گے اور ضرور ہم صالحین سے ہو جائیں گے۔ (کیسا زبردست عہد کیا ثعلبہ نے صدقہ مفروضہ اور غیر مفروضہ ادا کرنے کا)

فَلَمَّآ اٰتٰهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ۔ پھر جب اللہ نے ان کو (کثرت سے مال) دیا تو اس مال سے بخل کر گئے کچھ بھی صدقہ نہ دیا۔

ثعلبہ نے ایسا بخل کیا کہ عاملینِ زکوٰۃ کو کہنے لگا۔ یہ صدقہ کیسا، یہ تو جزیہ ہے۔ ڈنڈ۔ یا جزیہ کی بہن صدقہ!

وَتَوَلَّوْا ـــ اور منہ موڑ لیا اللہ کے حکم سے۔

وَّ هُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۔ اور حال یہ ہے کہ وہ (منافق) لوگ منہ موڑنے والے ہیں۔

فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ـــ پھر وعدہ خلافی کی سزا میں ان کا نفاق (HYPOCRISY) ان کے دلوں میں بٹھا دیا۔ ان کے دلوں میں نفاق کا اثر تھا۔

اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ ـــ ان کے دلوں میں نفاق کا اثر اس دن تک رہے گا کہ اللہ تعالےٰ سے ملیں گے۔ یعنی تا دمِ مرگ۔ الحاصل کہ نفاق پر مریں گے اور نفاق کی سزا

پائیں گے۔

منافق نے یہ سزا کیوں پائی۔ ثعلبہ کی موت نفاق پر کیوں ہوئی؟

بِمَا اَخْلَفُوا اللّٰہَ مَا وَعَدُوْہُ۔ بسبب اس کے کہ خلاف کیا تھا اللہ سے جو وعدہ کیا تھا اُس سے" اللہ سے عہد کرکے پھر اُس کو توڑا۔

وَبِمَا کَانُوْا یَکْذِبُوْنَ ۔ اور بسبب اسکے کہ انہوں نے جھوٹ بولا" ایک تو اللہ سے وعدہ خلافی کی۔ کہ کہا تھا۔ کہ اگر اللہ کثرت سے مال دے گا تو اس میں سے صدقہ خیرات دیں گے۔ جب اللہ نے بے حساب مال دیا تو ثعلبہ نے وعدہ خلافی کرتے ہوئے کورا جواب دے دیا کہ صدقہ تو جزیہ کی بہن ہے۔ اے عاملینِ زکوٰۃ! تشریف لے جاؤ۔

حدیث شریف میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے منافق کی تین نشانیاں بتائی ہیں۔

اِذَا حَدَّثَ کَذَبَ۔ جب بات کرے، جھوٹ بولے۔

اِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ۔ جب وعدہ کرے، خلاف کرے۔ توڑ دے۔

اِذَا اُؤْتُمِنَ خَانَ۔ جب امانت دیا جائے تو خیانت کرے۔

اور ایک روایت میں چوتھی نشانی بھی آئی ہے۔

اِذَا خَاصَمَ فَجَرَ۔ جب جھگڑے تو فجور کرے۔ (مشکوٰۃ)

جب ثعلبہ کی ہلاکت میں آیت اتری

تو اُس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ثعلبہ کا کوئی قریبی موجود تھا۔ اُس نے وحی الٰہی کو سنا اور روانہ ہوکر ثعلبہ کے پاس پہنچا اور کہا۔ اے ثعلبہ! تیرے حق میں (قرآن کے اندر) یوں (حکم) نازل ہوا ہے۔ تیری خرابی تو نے کیا کیا؟

یہ سنکر ثعلبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ میرا صدقہ قبول کر لیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے تیرا صدقہ قبول کرنے سے منع کر دیا ہے۔ پھر ثعلبہ نے اپنے سر پر خاک ڈالنی شروع کر دی۔ — حضورؐ نے فرمایا۔ اے ثعلبہ! یہ سب تیرا ہی کیا ہوا ہے! (یاد رہے) میں نے تجھے حکم دیا تھا، تو نے اس کی اطاعت نہ کی۔ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکا صدقہ قبول کرنے سے انکار کر دیا (کیونکہ اللہ نہیں چاہتا تھا) تو پھر ثعلبہ اپنے ٹھکانے کو پہنچ گیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی حین حیات میں اسکا صدقہ قبول نہ فرمایا۔

ثعلبہ بے نیل مرام حضرت عثمانؓ کے عہد میں مر گیا!

جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو ثعلبہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر قبولِ صدقہ کی درخواست کی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تیرا صدقہ قبول نہ کیا میں بھی قبول نہیں کروں گا۔ پھر حضرت عمر رضؓ نے بھی جناب سید العالمین صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی اقتدار میں اس کا صدقہ قبول نہ کیا۔ اسی طرح حضرت عثمان رضؓ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی متابعت، اور حضرت ابوبکر رضؓ اور حضرت عمر رضؓ کی پیروی میں اس کا صدقہ قبول نہ کیا — یہاں تک کہ وہ اسی عہد میں مر گیا۔ (ابن جریر۔ ابن کثیر)

ارشادِ باری تعالےٰ ہے!

اَلَمْ یَعْلَمُوْا — کیا منافقوں نے نہیں جانا —

اَنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ سِرَّھُمْ وَنَجْوٰھُمْ۔ کہ اللہ تعالےٰ جانتا ہے کہ ان کے سِر و نجویٰ کو۔ یعنے جو باتیں خفیہ دل میں رکھتے ہیں۔ (مثلاً زکوٰۃ کو دل میں تاوان خیال کرنا) اور

جو آپس میں مشورہ کرتے ہیں ـــــ یہ سب کچھ اللہ جانتا ہے۔

وَ اَنَّ اللّٰہَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ۔ اور بے شک اللہ علام الغیوب ہے! منافقوں کے اسرار خفیہ اور راز مخفیہ اور پوشیدہ مشورت کی باتیں سب اللہ تعالیٰ کو علمِ قدیم سے معلوم ہیں۔ منافق اللہ تعالےٰ کو ہرگز دھوکا نہیں دے سکتے۔

ثعلبہ کے انجام سے درسِ عبرت

ثعلبہ پانچوں نمازیں اور جمعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھتا تھا۔ آپ کے درس اور خطبات سنتا اور صحبتِ پاک کا شرف پاتا تھا۔ اس نے مال کی کثرت چاہی اور حضورؐ کی دعا سے اسے بے حساب مال مل گیا۔ جس اللہ نے اس کو اتنا مال دیا۔ اس نے زکوٰۃ و خیرات کا حکم بھی نازل فرمایا۔ اگر ثعلبہ زکوٰۃ دے دیتا تو اسکا باقی مال پاک ہو جاتا اور بابرکت رہتا۔ لیکن زکوٰۃ نہ دینے کے سبب ثعلبہ ہلاک اور برباد ہو گیا۔ یہ ظاہر ہے کہ اس نے نہ تو قرآن کے الہامی ہونے کا انکار کیا، اور نہ حضورؐ کی رسالتؐ کا۔ اور نہ اسلام کو ترک کیا۔ تمام باتیں اس میں بظاہر دوسرے مسلمانوں کی طرح موجود تھیں۔ اس نے کیا تو یہ کیا۔ کہ زکوٰۃ نہ دی۔ اس پر آیت بھی اسکی

مذمت میں آگئی۔ اور اسے منافق بھی کہا گیا۔ اور اس کا انجام بھی ہلاکت پر منتج ہوا!

آج بھی جو مالدار مسلمان اسلامی معاشرے میں شامل ہیں، مسلمان کہلاتے ہیں۔ قرآن اور پیغمبر خدا کی رسالت کو مانتے ہیں۔ لیکن زکوٰۃ نہیں دیتے۔ وہ سوچیں کہ کیسے مسلمان ہیں؟ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں بیٹھنے والا — آپ کے پیچھے نمازیں پڑھنے والا — اور حضورؐ کی زیارت کرنے والا — زکوٰۃ نہ دینے کے باعث، اللہ، رسول، اور مسلمانوں کی ناراضگی خرید کر اپنی عاقبت برباد کر بیٹھا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ثعلبہ ہلاک ہو گیا — نکلا۔ زکوٰۃ نہ دینے والے غور کریں کہ وہ ثعلبہ کی طرح زکوٰۃ نہ دے کر کس طرح اپنا دین و ایمان سلامت لے جا سکتے ہیں؟ ثعلبہ کے لرزہ خیز واقعہ سے عبرت حاصل کریں۔

خیرات آخرت میں کام آئیگی!

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ۝ (پ ۳ ع ۲)

اے ایمان والو! ہمارے دیئے ہوئے میں سے (کچھ نیک راہ میں بھی) خرچ کر لو۔ (مگر) اس سے پہلے کہ وہ دن (قیامت کا) آموجود ہو۔ جس میں نہ (خرید اور نہ) فروخت ہوگی اور نہ آشنائی اور نہ سفارش ہوگی۔

یعنے عمل (زکوٰۃ، صدقات اور خیرات دینے) کا وقت ابھی ہے۔ آخرت میں نہ عمل بکتے ہیں، نہ کوئی آشنائی سے دیتا ہے، نہ کوئی سفارش سے چھڑا سکتا ہے جب تک پکڑنے والا نہ چھوڑے۔ (موضح القرآن)

صدقات وخیرات دینے میں تاخیر نہ کرو کہ جان حلق میں آجائے!

حضرت ابی ہریرہؓ روایت کرتے ہوتے کہتے ہیں۔ کہ ایک شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسولؐ! اَیُّ الصَّدَقَةِ اَعْظَمُ اَجْرًا۔ کون سا صدقہ اجر میں بہت بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا۔

اَنْ تَصَدَّقَ وَ اَنْتَ صَحِيْحٌ شَحِيْحٌ تَخْشَى الْفَقْرَ۔

کہ تو خیرات کرے، اور تو تندرست ہو، حریص ہو، محتاجی

سے ڈرتا ہو۔ وَتَأْمُلُ الْغِنٰی۔ اور مالداری کی امید کرتا ہو وَلَا تُمْهِلْ۔ اور خیرات کرنے میں تاخیر مت کر۔ حَتّٰی اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ۔ یہاں تک کہ جان حلق میں آجائے۔ قُلْتَ تو کہے۔ لِفُلَانٍ كَذَا۔ اتنا مال فلاں شخص کے لئے ہے۔ وَلِفُلَانٍ كَذَا۔ اور اتنا مال فلاں شخص کو دے دو۔ وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ۔ حالانکہ اب تو وہ مال فلاں کا ہو ہی چکا۔ (بخاری شریف)

کتاب و حکمت کے معلم کا ایمان افروز جواب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص پوچھتا ہے کہ سب سے بڑھ کر اجر و ثواب میں کون سا صدقہ ہے؟ کتاب و حکمت کے معلم، دنیا جہان کے مزکّی، اللہ تعالیٰ کے سچے رسول، جناب رحمتِ عالمیان صلے اللہ علیہ وسلم نے کیسا حکیمانہ، پیارا، اور سنگدل کو پانی پانی کر دینے والا جواب دیا، کہ اُس خیرات، صدقے اور انفاق کا اجر و ثواب سب سے بڑھ کر ہے جو تندرستی کی حالت میں کیا جائے۔ جب کہ دل امساک اور حرص کی طرف مائل ہو۔ محتاجی اور ناداری کا خوف اور مال داری کی اُمید دامنگیر ہو۔

ایک مخیّر دولتمند
انفاق اور امساک کی کشمکش میں

ایک صحیح سلامت، تندرست اور دولتمند آدمی اللہ تعالٰی کی خوشنودی کے لئے سو روپیہ دینے لگا۔ جب جیب میں ہاتھ ڈالا۔ تو حرص اور بخل نے اندر ہی روک لیا۔ یہ ہاتھ جیب سے باہر نکالتا ہے اور بخل اندر کھینچتا ہے۔ اور ساتھ ہی بخل کہتا ہے۔ دیکھو! سو روپئیہ دے کر محتاجی نہ خریدو۔ کسی آڑے وقت کے لئے جمع رکھو۔ دکھ، درد، مصیبت، اور بیماری کبھی انسان ہی کے لئے ہوتی ہے۔ کام آتے گا۔ زکوٰۃ تو تم مال سے نکال ہی چکے ہو۔ یہ خیرات کوئی ضروری نہیں ہے۔

دولتمند کی ضمیر زندگی کی کروٹ لے کر بولی —— زکوٰۃ تو تمہارے مال کے اندر حق تھا ناداروں اور مفلسوں کا۔ وہ تو ان کا حق دیا ہے، جیسے کسی کا قرض یا امانت دینی ہو، تو وہ اس کو لوٹا دیں۔ یہ کون سی حاتم طائیت ہے؟ سنو! بندگانِ خدا کے ساتھ نیکی، حسنِ سلوک، احسان ہمدردی کرنا تو یہ ہے کہ اللہ کے مال میں سے آپ خرچ کیا جائے۔ مزدور کو مزدوری دے دی وہ لیکر چلا گیا۔

دوسرے دن پتہ چلا، کہ وہ اہل و عیال والا ہے۔ بیمار ہو گیا ہے۔ اب اس کو دس بیس روپے دے دیئے۔ یہ بڑی نیکی قابلِ ذکر ہے۔ کلرک کو ایک ماہ کی تنخواہ دے کر کہنا کہ میں نے الف کو سو روپیہ دیا — کیا کمال ہے؟

تو ضمیر نے جھنجھوڑ کر کہا۔ کہ حق داروں کا حق (زکوٰۃ) دینے کے سوا بارہ بھینچ اللہ کے دیئے سے دیا کرو۔ وہ دیکھو! سامنے موت کھڑی تک رہی ہے۔ اور گھات میں ہے۔ وہ تختۂ غسل ہے۔ کفن بھی آ گیا۔ خالی ہاتھ تختے پر لٹا دیا۔ پانی ڈالا۔ کفن میں لپیٹا۔ جنازہ اٹھا۔ قبرستان آ گیا۔ وہ قبر کھدی ہوئی ہے۔ چار تکبیریں ختم ہوئیں۔ لحد میں پہنچا۔ خویش و اقارب اور احباب و اعزہ نے مٹی ڈالی اور مال وارثوں میں بٹ گیا۔

تو چھڑا ہاتھ بخل کے پنجہ سے — اور بخوشی خاطر دے اللہ کے نام پر۔ تندرستی، صحت و سلامتی کی حالت میں دینا اجر کے کوہِ الوند کو سر کرنا ہے — اور پھر اپنے ہاتھ سے دینا، اگرچہ بخل اور امساک تجھے کمی مال اور محتاجی سے ڈرا رہے ہیں لیکن تم مت ڈرو۔ جس اللہ نے تم کو اتنی دولت دی ہے۔ وہ پوری طاقت رکھتا ہے کہ فقر و فاقہ کا تجھ پر سایہ نہ پڑنے دے۔ بلاشبہ تجھے خیال آ

رہا ہے کہ مال جمع رہے، تو تجارت وغیرہ سے اور بڑھے گا۔ لیکن یاد رکھو۔ کہ اللہ کے نام پر خیرات کرنے سے جو آسمانوں اور زمین کی وسعت کو شرمانے والا اجر و ثواب تمہیں ملے گا۔ دنیا میں مال بڑھانے کی آرزو سے کبھی حاصل نہ ہوگا۔ جتنا مال بڑھے گا وہ وارثوں کے کام ہی آئے گا۔ میدانِ محشر میں آڑے وقت، تمہارے صدقات و خیرات ہی تمہارے کام آئیں گے۔ ویسے مالِ حلال کمانے کے لئے خوب محنت کرو۔ لاکھوں پتی بنو، لیکن زکوٰۃ اور عام صدقات کے لئے دریا دل رہو۔ ساون کی برکھا بنو۔ اور بادِ بہاری کی چال سے باغوں کو نا آشنائے خزاں رکھو! زندگی یہ ہے جس پر صبح و مسا رحمت الٰہی کی برکھا برستی ہے۔

ضمیر (ایمان) کی اس تذکیر سے دولتمند کے خون میں ایک حرارت پیدا ہوئی۔ ایمان کی قوت نے بخل کا ہاتھ جھٹک کر سو روپیہ کا نوٹ اللہ کے ہاتھ میں تھما دیا۔ مصرفِ ایزدی میں دے دیا۔

غور کریں کہ حضور انورؐ کے ارشاد کے مطابق کتنا بڑے درجے کا ہے یہ صدقہ — جو حرص و آز۔ بخل و امساک اور مال داری کی امیدوں اور حرصوں کے پنجے سے چھین کر دیا ہے۔

طلسمِ زندگی ٹوٹ گیا

رحمتِ عالمؐ نے اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے مال کے خرچ کرنے پر کیسے رقت آمیز پیرایہ میں توجہ دلائی ہے، کہ صدقات و خیرات کرنے میں دیر نہ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے پروگرام بنتے رہ جائیں۔ اور جان حلق میں آجاتے گھنگرو بولنے لگے۔ اور زندگی بھر خیرات کے منصوبے بنانے والا ٹکٹکی اور غرغرہ کی حالت میں کہے۔ اچھا جاوید و سہیل کو ہزار ہزار دے دو اور نجمہ کو بھی پانچسو دے دو۔ ان کی والدہ رفعت کو سارا زیور سونے کا دو۔ اور ...... اور منہ میں ہی تھا۔ ایک ہچکی آئی اور طلسمِ زندگی ٹوٹ گیا۔ اور گھر میں کہرام مچ گیا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ جان لبوں پر آجائے۔ اور اب تُو کہے۔ کہ اتنا مال فلاں کو اور اتنا فلاں کو ... دے دو۔ اب تیرے کہنے کا کیا فائدہ؟ وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ۔ حالانکہ اب تو خود بخود فلاں فلاں کا ہو چکا۔ تیرے فلاں فلاں کہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

تو تندرستی، صحت، سلامتی کے وقت قرآن کے بیان کردہ مصارف پر صدقہ و خیرات کرتے رہنا چاہیئے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

لَاَنْ یَّتَصَدَّقَ الْمَرْءُ فِیْ حَیٰوتِہٖ بِدِرْھَمٍ خَیْرٌ لَّہٗ مِنْ اَنْ یَّتَصَدَّقَ بِمِائَۃٍ عِنْدَ مَوْتِہٖ ۔ (ابوداؤد)

بے شک للہ دینا آدمی کا اپنی تندرستی میں ایک درہم، بہتر ہے اس کے لئے سو درہم للہ دینے سے، اپنے مرنے[1] کے وقت۔

تندرستی میں اور موت کے وقت خیرات کا فرق

معلوم ہوا، کہ تندرستی اور صحت کی حالت میں اپنے ہاتھ سے ایک روپیہ خیرات کرنا، موت کے وقت سو روپیہ خیرات کرنے سے ثواب میں بڑھ کر ہے۔ یہ تو موت کے وقت کی خیرات کا حال ہے۔ کہ نیم جان ہے۔ اور جو مرنیوالے کے بعد اسکے ورثاء، تیجے، دسویں، چالیسویں، برسی، روح ملانے کی غیر اسلامی رسموں پر خرچ[2]

[1] رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مرنے کے وقت خیرات کرنے کی مثال اس آدمی کے مانند ہے جو تحفہ بھیجتا ہے یعنے کھانا، جس وقت پیٹ بھر چکتا ہے۔ (مشکوٰۃ)

[2] اگر میت کو ثواب پہنچانے کی نیت سے ریا و نمود سے بچ کر حلال مال سے صدقات و خیرات کریں اور مستحقوں کو دیں۔ قرآنی مصارف پر لگائیں تو ثواب پہنچتا ہے۔ (بخاری شریف) لیکن بدعات پر خرچ کرنے سے گناہ ہوتا ہے۔ یاد رکھیں۔

کرتے ہیں۔ یہ کس قطار و شمار میں ہوگا؟ اور جو برادری کی واہ واہ کے لئے اپنے بڑے بوڑھے کے مرنے پر دیگیں پکا کر برادری کو کھلاتے ہیں۔ ایسے لوگ نیکی برباد گناہ لازم کے مصداق ہوتے ہیں۔ تو اے زندہ سلامت اور تندرست بھائیو! اپنے ہاتھ سے خیرات کر لو۔ راہِ خدا میں دے لو۔ اللہ رسول کے حکم کے مطابق خرچ کر لو۔ دراصل یہی خرچ کیا ہوا ہی کام آئے گا۔ رسم قل۔ رسم سوال اور رسم چالیسواں کے بھروسہ پر نہ مرنا، کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سوا لاکھ صحابہ میں سے کسی کی یہ رسمیں ادا نہیں ہوتی تھیں۔ اور آج بھی سوائے ہمارے ملک کے دنیا میں کہیں ان کا نام و نشان نہیں ہے۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں کوئی ان کو حضورؐ کے وقت سے اب تک نہیں جانتا۔

دوزخ کی آگ سے بچو

حضرت عدی بن حاتمؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ نے فرمایا۔ آگ سے بچو۔ اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا دے کر ہی۔ (بخاری شریف)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دوزخ سے بچو۔ اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا دے کر ہی سہی۔ اور کھجور کا ٹکڑا بھی نہ ملے تو میٹھی بات کہہ کر ہی سہی۔ (صحیح مسلم)

معلوم ہوا کہ خلوص نیت سے راہِ خدا میں معمولی صدقہ یعنی ایک پیسہ بھی خرچ کرنا، دوزخ کی آگ سے بچاتا ہے۔ اگر ایک پیسہ بھی نہ ہو تو سخنِ شیریں سے ہی آگ کو ٹھنڈی کرلو۔ اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملو۔ اس سے میٹھی بات کرو، شعلۂ جہنم سرد ہوگا۔

سات آدمی اللہ تعالیٰ کے سایہ میں

حضرت ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ۔

سات آدمی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے سایہ میں لے گا۔ جس دن اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔

(۱) اِمَامٌ عَادِلٌ۔ بادشاہ انصاف کرنے والا۔

بادشاہ اور اس کے ماتحت سارا عملہ جن کا تعلق رعایا سے ہو۔ یعنے محکمہ پولیس، عدالتیں اور حکومت کے سینکڑوں محکمے اور رفاہِ عامہ کے سرکاری اور نیم سرکاری ادارے اس خوشخبری میں داخل ہیں کہ جو بھی عوام کے ساتھ، خیرخواہی

اور عدل و انصاف سے پیش آئے گا، اللہ اسے میدانِ محشر میں اپنے (عرش کے) سایہ میں لے گا۔ کیا کہنے ہیں ایسے بادشاہوں اور حاکموں کے، کہ جو صوم و صلوٰۃ اور زکوٰۃ و خیرات کی پابندی کے ساتھ عدل و انصاف کو اپنا اوڑھنا بچھونا بناتے ہیں۔ اللہ ایسوں کو حشر میں جب کہ سورج بارہ چودہ فٹ کے فاصلہ پر ہوگا، اور زمین تانبے کی ـــ اپنے سایہ میں لیگا۔

(۲) وَشَابٌّ نَشَاءَ فِيْ عِبَادَةِ اللّٰهِ ـــ اور وہ نوجوان جس کی نشو و نما اللہ کی عبادت میں ہوئی ہو۔

جو نوجوان میدانِ حشر میں سایۂ رب العالمین میں آنا چاہتے ہوں انہیں اپنی جوانی اللہ کی عبادت میں گزارنی چاہیئے۔ جوانی دیوانی ہوتی ہے۔ لاپرواہی، غفلت اور بے راہروی کا زمانہ ہوتا ہے۔ ایسے نازک وقت میں جو سِن شعور سے لیکر چالیس سال تک صوم و صلوٰۃ کی پابندی کرے۔ قرآن پڑھے اور پورے اسلامی اخلاق سے شب و روز گزارے، ضرور اللہ کے سایۂ میں جگہ پائے گا انشاء اللہ!

(۳) وَرَجُلٌ مُعَلَّقٌ قَلْبُهٗ فِي الْمَسْجِدِ۔ اور وہ آدمی جس کا دل مسجد سے لگا ہو۔

ایک نماز پڑھ لی۔ اور دوسری کے لئے مسجد کی تیاری کرنے لگا۔ ہر نماز کے لئے مسجد کی تیاری میں رہتا ہے۔ مسجد میں آتا ہے تو اسے ایسا چین ملتا ہے کہ نکلنے کو دل نہیں چاہتا۔ گویا مسجد سے وابستہ ہے۔

(۴) وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَ تَفَرَّقَا عَلَيْهِ۔ وہ دو آدمی، جنہوں نے اللہ ہی کے لئے ایک دوسرے سے محبت کی ہو۔ ملتے ہیں تو اسی کے لئے۔ جدا ہوتے ہیں تو اسی کے لئے"۔

مسلمان، مومن، موحد، کتاب و سنت کے عامل، اعلےٰ اخلاق، اور اونچے کردار کے حامل سے اللہ کے لئے دوستی اور محبت کرنیکا اتنا ثواب ہے کہ ایسے آدمی حشر میں سایۂ داورِ محشر میں ہوں گے۔ دراصل یہ محبت اللہ والی ہوتی ہے۔ مسلمان بھائیوں کو اپنے نیک اور موحد بھائیوں کے ساتھ ایسی محبت ضرور قائم کرنی چاہیئے۔

(۵) وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصَبٍ وَّ جَمَالٍ فَقَالَ اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰهَ۔

وہ آدمی جس کو کسی خوبصورت مالدار عورت نے (بری نیت سے) بلایا ہو اور وہ جواب دیدے کہ مجھے اللہ سے ڈر لگتا ہے"۔

مال کا ڈھیر اور حور وشں کی دعوتِ وصال ۔ پھر تنہائی اب اللہ سے ڈرنا، پوری ولایت ہے۔ ایسے صالح کو کیوں نہ اللہ اپنے سایہ میں لے۔ بفضلہٖ!

(۶) وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَاَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهٗ.

وہ شخص جو (ریا سے بچنے کے لئے) اتنا چھپا کر صدقہ دیتا ہے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ کے دینے کی خبر نہیں ہوتی۔

اس سے خیرات نہایت پوشیدہ طور پر کرنی مراد ہے۔ کہ نمود و ریا یا شہرت کا شائبہ تک نہ ہو۔ اللہ کے نام کا دیتے وقت دل پر خلوص و خشیت کا پہرہ بٹھائیں۔ خیرات میں یہ خلوص، و اخفا آفتاب، محشر میں داورِ محشر کے سایہ میں لے جائے گا۔

(۷) وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ.

وہ شخص جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرتا ہے اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔

کتنی محبت ہے نیک بندے کو پیارے اللہ کے ساتھ. کہ تنہائی میں جب اسے یاد کرتا ہے تو آنکھیں بھر آتی ہیں بے ساختہ آنسو جاری ہو پڑتے ہیں کہ آ تجھے دل میں رکھ لوں۔

رحمت للعالمین کا جذبہ خیرات

حضرت ابی ہریرہؓ روایت کرتے ہوتے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر کوہ احد میرے لئے سونے کا ہوتا (یعنی کوہِ احد کے برابر میرے پاس سونا ہوتا) تو خوش لگتا مجھ کو یہ کہ تین راتوں کے اندر میرے پاس کچھ نہ رہتا (یعنے سارا بانٹ دیتا) مگر اداتے قرض کے لئے کچھ رکھ لیتا۔ (مشکوٰۃ شریف باب الانفاق)

رحمتِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے اس بیان سے آپ کی سخاوت کی وسعت کا اندازہ کریں کہ کسطرح ساتوں آسمانوں کی پہنائی اپنے دامن میں سمیٹے ہوتے ہے اور سمندر اسکے جلو میں ایک قطرہ کے برابر ہے۔

حضورؐ کے جذبہ خیرات پر غور کریں کہ آپ کو ناداروں، غریبوں، محتاجوں، اور تنگدستوں کا کتنا خیال اور درد تھا۔ مسلمان مالدار بھائیو! اپنے مالوں، غلوں اور تجارت کے سامانوں سے زکوٰۃ تو ضرور دیا کریں کہ فرض ہے۔ اسکے علاوہ بھی بذل و عطا اور کرم و سخا کے ہاتھوں جنت کے میوے کھایا کریں۔ کہ مسلمان مخیر، سخی اور راہِ خدا میں مال خرچ کرنے والا واقع ہوا ہے۔

روزانہ دو فرشتوں کی دعا

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ روزانہ صبح کو دو فرشتے (آسمان سے) اترتے ہیں۔ ایک کہتا ہے۔ خداوندا! سخی کو عوض عطا فرما۔ دوسرا کہتا ہے۔ خداوندا! بخیل (زکوٰۃ نہ دینے والے) کا مال ہلاکؔ کرے۔ (مشکوٰۃ)

اللہ طیّب ہے اور طیّب چیز ہی قبول کرتا ہے

حضرت ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ طیب ہے اور طیب چیز ہی قبول کرتا ہے۔ (سنو!) جس کام پر اللہ تعالےٰ نے انبیاء کو مامور فرمایا تھا۔ اسی کام کا مومنوں کو حکم دیا۔ انبیاء سے فرمایا۔

یَآاَیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًا۔ ط (پ۱۸ ع۴)

ط آدمی کے لئے سب سے بڑی ہلاکت یہ ہے کہ اس کی عاقبت برباد ہو جائے اور وہ مال بھی معرضِ ہلاکت میں ہے۔ جو صاحبِ مال کے لئے ہلاکت کا موجب بن رہا ہو۔

اے رسولو! تم پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو۔"
اور مومنوں سے فرمایا:۔
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ (پ۲ع۵)
اسے ایمان والو! جو کچھ ہم نے تم کو دیا ہے اس
میں سے پاکیزہ چیزیں کھاؤ۔"

یہ فرماکر پھر حضورؐ انور نے اس شخص کا تذکرہ کیا جس کے کثرتِ سفر کے باعث بال پریشان اور بدن خاک آلود ہو رہا ہے۔ وہ دونوں ہاتھ آسمان کی طرف پھیلا رہا ہے۔ یا رب! یا رب!! (میری سن اور قبول کر) لیکن اسکا کھانا بھی حرام چیز سے ہے اور پینا بھی حرام چیز سے ہے اور لباس بھی مالِ حرام سے ہے۔ اس کی پرورش بھی مالِ حرام سے ہوئی ہے پھر کس طرح اس کی دعا قبول ہو۔ (صحیح مسلم)

یہ بات خوب یاد رکھیں کہ اللہ تعالےٰ زکوٰۃ، صدقات اور خیرات حلال مال سے ہی قبول کرتا ہے۔ حرام سے نہیں۔ پھر مسلمانوں کو جائز ذرائع (FAIR MEANS) سے مال حاصل کرنا چاہیئے۔ اور وہی مال خود کھانا چاہیئے اور اپنے اہل وعیال کو کھلانا چاہیئے اور اسی سے خیرات کرنی چاہیئے۔ یہ خیال قطعًا نہ کریں کہ دھوکا، فریب، رشوت اور دیگر ناجائز ذرائع سے دولت اکٹھی کرکے حج کر لینگے۔

زکوٰۃ دے دینگے۔ یا مسجدوں، مدرسوں، ہسپتالوں، یتیم خانوں، سیلاب فنڈوں، محتاجوں، مقروضوں کو دے کر اللہ کو خوش کر لینگے۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالےٰ مال حرام سے راضی ہو جاتے۔ اللہ تعالےٰ پاک ہے۔ اور شرک سے پاک عبادات اور حرام کے شبہ سے پاک مال ہی قبول کرتا ہے۔

حلال کمائی کا ایک چھوارہ ثواب میں پہاڑ سے بڑھ جاتا ہے

حضرت ابی ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ حلال مال ہی قبول کرتا ہے۔ جو شخص پاکیزہ مال صدقہ میں دیتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اس کو اپنے دائیں ہاتھ سے لیتا ہے۔ اگر (صدقہ) ایک چھوارہ بھی ہوتا ہے تو اللہ تعالےٰ کے ہاتھ میں پہنچکر اس میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ پہاڑ سے بھی بڑا ہو جاتا ہے (اللہ خیرات کے چھوارے کو اسطرح بڑھاتا رہتا ہے) جس طرح تم اپنے بچھڑے یا اونٹ کے بچے کو پالتے ہو" (صحیح مسلم)

کی ایک کھجور یا چھوارہ نمود و ریا سے بچکر، دلی خلوص سے، اللہ اور اس کے رسولؐ کے بتائے ہوئے مصرف پر خرچ کیا ہوّا ۔ اللہ کو اتنا خوش کرتا ہے کہ وہ اسے دائیں ہاتھ سے لیتا ہے جو قبولیت کے شرف اور جوشِ رحمت پر دلالت کرتا ہے۔ پھر وہ چھوارہ اللہ کی رضا و خوشنودی سے بڑھتا رہتا ہے، حتےٰ کہ پہاڑ سے بڑھ جاتا ہے۔ انفاق میں جتنا خلوص، سنت کا اتباع اور پاکیزگی زیادہ ہوگی۔ اتنا ہی اسکا ثواب اور اجر بڑھتا جائیگا۔ یہاں تک کہ اللہ اُس ایک چھوارے کا اجر اتنا دے گا جتنا کہ ایک پہاڑ مال کا اللہ کی راہ میں خیرات کرنے سے ملتا ہے۔

پھر مبارک ہو ان مسلمان بھائیوں کو جو سینکڑوں اور ہزاروں روپے اپنے مالوں کی زکوٰۃ ـــ قرآن کے بتائے ہوئے مصارف پر خلوص سے خرچ کرتے ہیں۔ اور ان کے نافلہ صدقات و خیرات کی نہریں بھی سدا بہتی رہتی ہیں۔ اُن کو بشارت ہو، اُن کے صدقات کے بڑھنے کی ـــ اللہ کے دائیں ہاتھ میں پرورش پانے کی! جب کہ ایک چھوارہ پہاڑ سے بڑھ جائے گا تو ان کے ہزاروں روپے مال کے لاکھوں پہاڑوں کے برابر خیرات کرنے سے ثواب میں بڑھ جائیں گے۔ اور یہ اللہ کا فضل ہے اس کے بندوں پر۔ اور

اللہ تعالیٰ بڑے صاحب فضل ہیں۔

سخی اور بخیل اللہ کی نظر میں

حضرت ابی ہریرہؓ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَلسَّخِیُّ قَرِیْبٌ مِّنَ اللّٰہِ۔ سخی نزدیک ہے اللہ کی رحمت سے؛

قَرِیْبٌ مِّنَ الْجَنَّۃِ۔ نزدیک ہے بہشت سے۔

قَرِیْبٌ مِّنَ النَّاسِ۔ نزدیک ہے لوگوں سے۔

(کہ سب اسے دوست رکھتے ہیں)

بَعِیْدٌ مِّنَ النَّارِ۔ دور ہے آگ سے۔

وَالْبَخِیْلُ بَعِیْدٌ مِّنَ اللّٰہِ۔ اور بخیل (زکوٰۃ نہ دینے والا) دور ہے اللہ سے۔

بَعِیْدٌ مِّنَ الْجَنَّۃِ۔ دور ہے بہشت سے۔

بَعِیْدٌ مِّنَ النَّاسِ۔ دور ہے لوگوں سے

(کہ سب اس سے نفرت کرتے ہیں)

قَرِیْبٌ مِّنَ النَّارِ۔ نزدیک ہے آگ سے۔

وَلَجَاہِلٌ سَخِیٌّ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ عَابِدٍ بَخِیْلٍ۔ اور البتہ جاہل سخی بہت پیارا ہے اللہ کو عابد بخیل سے۔"

(ترمذی شریف)

تین آدمی جنت میں داخل نہ ہونگے

حضرت ابوبکر صدیقؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ خَبٌّ وَّلَا بَخِیْلٌ وَّلَا مَنَّانٌ۔

نہیں داخل ہوگا بہشت میں مکار اور نہ بخیل، اور نہ احسان رکھنے والا۔ (ترمذی)

یعنی یہ تینوں اگر دنیا سے بلا توبہ مرگئے تو بغیر عذاب کے جنت میں نہ جائیں گے۔

بخیل سے مراد صدقہ فرض یعنے زکوٰۃ نہ دینے والا۔ اور منّان۔ احسان رکھنے والا، بلا وجہ شرعی ناتا توڑنے والا۔ اور مسلمانوں سے محبت نہ رکھنے والا۔

صدقہ سے اللہ کا غضب ٹھنڈا ہوتا ہے

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ الصَّدَقَۃَ لَتُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَتَدْفَعُ مِیْتَۃَ السُّوْءِ۔ (ابن ماجہ)

بے شک صدقہ کرنا البتہ بجھا دیتا ہے (ٹھنڈا کرتا ہے)

پروردگار کے غضب کو اور دور کرتا ہے بُرے مرنے کو“
غضب رب کو بجھا دیتا ہے یعنی صدقات خیرات کرنے سے دنیا میں اللہ عافیت سے رکھتا ہے۔ کوئی بلا نہیں اُترتا۔ اور صدقہ دینے والا مرتے وقت بُری حالت سے نہیں مرتا۔ شیطان کے وسوسہ سے محفوظ رہتا ہے۔ ستر، بہتر نہیں ہوتا۔ بُری بیماریوں سے بچا رہتا ہے۔ الحاصل سخاوت کرنے والے کا خاتمہ بخیر ہوتا ہے۔ بڑی برکتیں ہیں صدقات و خیرات کرنے میں۔

صدقہ و خیرات سے بہشت کا کھانا پینا اور لباس ملیگا

حضرت ابی سعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو مسلمان کسی مسلمان کو پہنائے کپڑا ننگے پن پر۔ اللہ اس کو بہشت کا سبز لباس پہنائے گا جو مسلمان کسی مسلمان کو کھلائے بھوک پر، اللہ اس کو بہشت کے میوے کھلائیگا۔ جو مسلمان کسی مسلمان کو پلائے پیاس پر، اللہ اسکو پلائیگا رحیق مختوم (شراب مہر کی ہوئی) سے“ (ترمذی)

پوشیدہ صدقہ دینا نہایت سخت کام ہے

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جب اللہ تعالےٰ نے زمین کو پیدا کیا،
تو ہلنے لگی۔ پھر پہاڑوں کو پیدا کیا اور اس پر رکھا، تو
زمین ٹھہر گئی۔ فرشتوں نے کہا۔ اے پروردگار ہمارے!
کیا ہے کوئی چیز تیری مخلوقات سے سخت تر پہاڑوں سے؟
فرمایا۔ ہاں! لوہا ہے! (کہ وہ پتھر کو بھی توڑ ڈالتا ہے)
پھر عرض کیا فرشتوں نے۔ اے پروردگار ہمارے! کیا ہے
کوئی چیز تیری مخلوقات سے سخت تر لوہے سے؟ فرمایا۔ ہاں۔
آگ ہے۔ (کہ وہ لوہے کو نرم کر دیتی ہے) پھر عرض کیا
فرشتوں نے۔ اے پروردگار ہمارے! کیا ہے کوئی چیز تیری
مخلوقات سے سخت تر آگ سے؟ فرمایا۔ ہاں۔ پانی ہے! (کہ
بجھا دیتا ہے آگ کو) پھر عرض کیا فرشتوں نے۔ اے پروردگار
ہمارے! کیا ہے کوئی چیز تیری مخلوقات سے سخت تر پانی
سے؟ فرمایا۔ ہاں۔ ہوا ہے! (کہ وہ پانی کو بھی خشک کر
دیتی ہے) پھر عرض کیا فرشتوں نے۔ اے پروردگار ہمارے!
کیا ہے کوئی چیز تیری مخلوقات سے سخت تر ہوا سے؟ فرمایا
ہاں — اِبْنُ اٰدَمَ تَصَدَّقَ صَدَقَةً بِيَمِيْنِهٖ يُخْفِيْهَا
مِنْ شِمَالِهٖ۔ فرزندِ آدم کا صدقہ دینا، کہ دیتا ہے صدقہ
اپنے داہنے ہاتھ سے اور چھپاتا ہے اس کو اپنے بائیں
ہاتھ سے۔ (ترمذی شریف)

پوشیدہ صدقہ دینا اس لئے سب سے سخت تر ہے کہ اس میں نفس کی مخالفت اور شیطان سے سخت مقابلہ ہوتا ہے۔ اور یہ بات اُن چیزوں میں جو اوپر مذکور ہوئی ہیں نہیں پائی جاتی۔ نفس چاہتا ہے۔ کہ لوگ میرے صدقات وخیرات کو دیکھیں اور میری تعریف کریں۔ میری شہرت اور نام ہو۔ جب صدقہ چھپا کر دیا تو نفس کی مخالفت ہوئی۔ اور شیطان کو شکست۔ اول تو مال خرچ کرنا ہی بڑا مشکل ہے اور سخت کام ہے۔ تلوار کی دھار پر چلنا ہے۔ اسی لئے خدا نے فرمایا کہ تمہارا خرچ کرنا اللہ کو قرض دینا ہے۔ یہ رغبت دلاتی ہے انفاق پر۔ کسی عبادت پر ایسا نہیں فرمایا۔ دوسرے چھپا کر دینا۔ یہ بھی بڑا ہی سخت کام ہے۔ تو مال خرچ کرنا اور پوشیدہ دینا سخت تر ہے زمین سے، پہاڑوں سے، لوہے سے، آگ سے، پانی سے، اور ہوا سے۔ پھر جب اتنا مشکل اور سخت کام اللہ کی مرضی کے مطابق کیا جائے، تو سوچیئے کہ اللہ مال خرچ کرنے اور پوشیدہ دینے پر کتنا راضی اور خوش ہوگا۔

اے آدم کے بیٹے خرچ کر!

حضرت ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (حدیث قدسی ہے) فرماتا ہے اللہ تعالیٰ۔

اَنْفِقْ یَا اِبْنَ اٰدَمَ اُنْفِقْ عَلَیْکَ۔ (متفق علیہ)

اے آدم کے بیٹے خرچ کر، خرچ کرونگا میں تجھ پر"

یعنی خرچ کر دنیا کا فانی مال۔ تو آخرت میں اموالِ عالیہ پائے گا۔ اور یہ بھی مطلب ہے کہ اللہ فرماتا ہے۔ میرے بندے! میرے دیئے ہوئے اموال میں سے میری راہ میں دے، تاکہ میں دوں تم کو اس کے عوض دنیا میں بھی، اور آخرت میں بھی۔ گویا اللہ کی راہ میں دینے سے مال بڑھتا ہے۔ صوری اور معنوی طور پر۔

اگر صدقہ و خیرات سے بلا ہی ٹل جائے۔ بیماری رک جائے۔ حادثہ دور ہو جائے۔ جن پر ہزاروں روپے خرچ ہو جاتے ہیں۔ تو یہ بھی ایک طرح مال ہی بڑھا۔ اور آخرت میں کئی گنا زیادہ اللہ دے گا۔ یہ بھی بڑھا۔ اور خیرات سے اللہ برکت دیتا ہے اور برکت کے تو معنی ہی ہیں بڑھنا۔ بہرحال خرچ کرنے سے اللہ ضرور بندے پر خرچ کرتا ہے دیتا ہے۔ زیادہ دیتا ہے۔ فضل کرتا ہے۔ رحمت فرماتا ہے اور محبت کرتا ہے۔

ہر نیکی صدقہ ہے!

صدقہ کی تعریف آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ اللہ کی

راہ میں اُس کی مرضی کے مطابق مال خرچ کرنا۔ ایک صدقہ فرض ہے یعنی زکوٰۃ دینا۔ دوسرا صدقہ نفل ہے۔ یعنی علاوہ زکوٰۃ کے بھی راہِ للہ دینا۔

بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ وہ ناداری کے باعث نہ زکوٰۃ دے سکتے ہیں۔ نہ علاوہ زکوٰۃ کے خیرات کر سکتے ہیں، کہ بمشکل اپنا گزارہ کرتے ہیں بلکہ تنگ دست رہتے ہیں۔ ایسے لوگ اگر صدقہ و خیرات کا ثواب حاصل کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔ اسلام سراسر رحمتوں اور برکتوں بھرا دین ہے۔ غریبوں کے لئے بھی خیرات کے ثواب کی گنجائش موجود ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ کُلُّ مَعْرُوْفٍ صَدَقَةٌ۔ ہر نیکی صدقہ ہے (بخاری شریف)۔ اس حدیث کی تشریح ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ابوذرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

تَبَسُّمُكَ فِيْ وَجْهِ اَخِيْكَ صَدَقَةٌ۔ مسکرانا تیرا اپنے بھائی کے روبرو صدقہ ہے۔ (یعنی صدقہ کا ثواب رکھتا ہے)

وَ اَمْرُكَ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَةٌ۔ اور حکم کرنا تیرا نیک بات کا صدقہ ہے۔ (یعنی شریعت جس کام کو نیکی کہے اس کی تبلیغ کرنے سے صدقے کا ثواب ملتا ہے۔)

وَ نَهْيُكَ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ۔ اور منع کرنا تیرا بری

بات سے صدقہ ہے۔" (یعنی شریعت میں جو ناجائز، حرام اور بُری باتیں ہیں۔ ان سے لوگوں کو روکنے اور منع کرنے سے صدقہ کا ثواب ملتا ہے)

وَ اِرْشَادُكَ الرَّجُلَ فِیْ اَرْضِ الضَّلَالِ لَكَ صَدَقَةٌ۔ اور بتانا تیرا کسی شخص کو (راستہ) زمین بے نشان میں تیرے لئے صدقہ ہے۔" (یعنی کسی بھولے ہوئے کو راستہ بتانا صدقہ کا ثواب رکھتا ہے)

وَ نَصْرُكَ الرَّجُلَ الرَّدِیَّ الْبَصَرِ لَكَ صَدَقَةٌ۔ اور مدد کرنا تیرا یعنے ہاتھ پکڑ کر لے جانا اندھے کو یا کم دکھائی دینے والے کو تیرے لئے صدقہ ہے۔"

وَ اِمَاطَتُكَ الْحَجَرَ وَ الشَّوْكَ وَ الْعَظْمَ عَنِ الطَّرِیْقِ لَكَ صَدَقَةٌ۔ اور دور کرنا پتھر اور کانٹے اور ہڈی کا راستے سے تیرے لئے صدقہ ہے۔"

وَ اِفْرَاغُكَ مِنْ دَلْوِكَ فِیْ دَلْوِ اَخِیْكَ صَدَقَةٌ۔ اور ڈالنا پانی کا اپنے ڈول سے، اپنے بھائی کے ڈول میں صدقہ ہے۔" (ترمذی شریف)

اپنے مسلمان بھائی سے خندہ پیشانی سے ملنا، اچھی اور نیک باتوں کی اشاعت کرنا، بُری باتوں سے لوگوں کو منع کرنا، بھولے ہوئے کو راستہ بتانا، اندھے وغیرہ کا

ہاتھ پکڑ کر اس کو منزل تک چھوڑ آنا، راستے سے پتھر، کانٹے، ہڈی اور ایسی دوسری تکلیف دہ چیزوں کو دور کرنا اور اپنے ڈول سے جو کنوئیں سے نکالا ہے، دوسرے بھائی کے ڈول میں پانی ڈالنا ___ صدقہ کا ثواب رکھتا ہے۔ مال خرچ کرنے کی طرح ثواب ملتا ہے۔ غریبوں اور ناداروں کو جو صدقہ (مال خرچ کرنے) کی طاقت نہیں رکھتے، یہ کام کرکے صدقہ کا ثواب حاصل کر لینا چاہیئے۔

اگر مخیر اور متصدق حضرات بھی یہ کام کریں تو ضرور صدقہ کا ثواب پائیں گے۔ اللہ کی رحمت محدود نہیں ہے زکوٰۃ، خیرات، اور صدقات کا ثواب اپنی جگہ ہے اور ان نیک کاموں سے صدقے کا ثواب پانا اپنی جگہ ہے۔

ہر مسلمان پر صدقہ لازم ہے

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر مسلمان پر صدقہ لازم ہے۔ (اللہ کی نعمتوں کے شکر کرنے کے طور پر) صحابہؓ نے کہا۔ اگر طاقت نہ پاتے؟ (صدقہ دینے کی) فرمایا۔ کمائے مال دونوں ہاتھوں سے، پھر نفع پہنچائے اپنی ذات کو اور خیرات کرے! صحابہؓ نے کہا۔ اگر طاقت نہ رکھے؟ (اتنی بھی)

فرمایا۔ مدد کرے (مال سے یا ہاتھ سے) حاجتمند غمگین کی!
صحابہؓ نے عرض کیا۔ اگر یہ بھی نہ کر سکے؟ فرمایا۔ امر کرے
ساتھ بھلائی کے! صحابہؓ نے کہا۔ اگر یہ بھی نہ کر سکے؟ فرمایا۔
باز رکھے (خود کو اور لوگوں کو) برائی سے! پس تحقیق یہ
اس کے لئے صدقہ ہے۔" (متفق علیہ)

آدمی کے جوڑوں پر صدقہ لازم ہے

حضرت ابی ہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا۔

كُلُّ سُلَامَىٰ مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ كُلَّ يَوْمٍ
تَطْلُعُ فِيهِ الشَّمْسُ۔

آدمی کے ہر جوڑ پر صدقہ لازم ہے ہر روز کہ جس میں
آفتاب نکلتا ہے۔ (وہ صدقہ یہ ہے) عدل کرنا
درمیان دو آدمیوں کے صدقہ ہے، مدد کرنی آدمی
کی اسکے جانور پر (یعنی جانور پر سوار کرا دینا) یالاد
دے اس پر اسباب اسکا صدقہ ہے اور بات
اچھی صدقہ ہے اور نماز کی طرف ہر قدم رکھنا صدقہ
ہے اور موذی چیز کا راستہ سے دور کرنا صدقہ
ہے" (متفق علیہ یعنی بخاری مسلم)

یہ سات باتیں سات صدقات ہیں

حضرت ابی ذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

اِنَّ لِکُلِّ تَسْبِیْحَةٍ صَدَقَةٌ ۔ ہر تسبیح یعنی سُبْحَانَ اللّٰہِ کہنا صدقہ ہے۔ وَکُلِّ تَکْبِیْرَۃٍ صَدَقَةٌ ۔ اور ہر تکبیر یعنے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہنا صدقہ ہے۔ وَکُلِّ تَحْمِیْدَۃٍ صَدَقَةٌ ۔ اور ہر تحمید یعنی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہنا صدقہ ہے۔ وَکُلِّ تَهْلِیْلَةٍ صَدَقَةٌ ۔ اور ہر تہلیل یعنی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنا صدقہ ہے۔ وَ اَمْرٍ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَةٌ ۔ اور حکم کرنا ساتھ نیک بات کے صدقہ ہے۔ وَ نَهْیٍ عَنِ الْمُنْکَرِ صَدَقَةٌ ۔ اور منع کرنا بری بات سے صدقہ ہے۔ وَفِیْ بُضْعِ اَحَدِکُمْ صَدَقَةٌ ۔ اور صحبت کرنا تمہارا اپنی بی بی سے صدقہ ہے۔"

صحابہؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ! دفع کرے ایک ہمارا شہوت اپنی اور ہو اس میں اُس کو ثواب ؟ حضورؐ نے فرمایا۔ اچھا بتاؤ مجھ کو کہ اگر دفع کرتا شہوت کو حرام میں آیا ہوتا اُس کو اُس میں گناہ ؟ (ضرور ہوتا زنا کا گناہ !) پس اسی طرح جس وقت کہ دفع کرے گا اس کو حلال میں، ہوگا اس کے لئے اس میں ثواب" (صحیح مسلم)

ملاحظہ:۔ جسطرح للہ دینے میں ثواب ملتا ہے۔ ایسے ہی مذکورہ تسبیحات پڑھنے میں ثواب ہوتا ہے۔ غریب لوگ جو زکوٰۃ، صدقات، خیرات اور مال خرچ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے وہ یہ تسبیحات پڑھا کریں اور دوسری نیکیاں، اور رفاہِ عامہ کے کام بہ نیت رضائے الٰہی کیا کریں۔ اللہ ان کو صدقات و خیرات کا ثواب دے گا۔

اور بی بی سے صحبت کرنا اس لئے صدقہ ہے کہ اللہ کے کلمے سے فرج حلال ہوتی ہے۔ اور اللہ نے فرمایا ہے۔ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ۔ جاؤ اپنی کھیتی میں، جو کنایہ ہے مجامعت سے۔ نیز فرمایا۔ بَاشِرُوهُنَّ۔ صحبت کرو بیبیوں سے۔ تو صحبت کرنے سے ارشادِ الٰہی کی تعمیل بھی ہوتی ہے پھر بی بی کا حق بھی ادا ہوتا ہے۔ اور آدمی حرام سے بچکر حلال کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اس لئے صدقہ کا ثواب پاتا ہے۔

اسلام کی تعلیم پر قربان جاؤ کہ دنیا کو اللہ کے حکم اور مرضی کے مطابق استعمال کرنا اسے دین بنا دیتا ہے۔ اس طرح ساری دنیا ہی دین بن جاتی ہے۔

کھیت سے پرندوں وغیرہ کا کھانا بھی صدقہ ہے

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جو کوئی مسلمان درخت لگاتے۔ یا کھیتی بوئے پھر اس سے کھا جائے آدمی یا پرندے یا چارپائے، تو ہوتا ہے اس کے لئے صدقہ۔ (بخاری مسلم)

ایک بدکار عورت بخشی گئی

حضرت ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ایک کتا کنوئیں کے نزدیک کھڑا تھا جو مارے پیاس کے زبان نکال رہا تھا۔ قریب تھا کہ پیاس اس کو ہلاک کر دے۔ ایک بدکار عورت اس کتے کے پاس سے گزری۔ (کتے کا یہ حال دیکھ کر) اس نے اپنا موزہ اتارا۔ اور اپنی اوڑھنی کے ساتھ باندھا۔ پھر اس نے کتے کیلئے پانی نکالا۔ (اور اسے پلایا) پس وہ عورت بسبب اس کام کے بخشی گئی۔ صحابہؓ نے پوچھا۔ حضورؐ! کیا جانوروں پر احسان کرنے پر بھی ہمارے لئے ثواب ہے؟ فرمایا۔ (سنو!) ہر صاحب جگر تر یعنے ہر جاندار کے ساتھ احسان کرنے پر ثواب ملتا ہے۔ (بخاری۔مسلم)

معلوم ہوا۔ جانوروں کے ساتھ نیکی اور احسان کرنا

بھی صدقہ ہے۔ ایک حدیث میں حضورؐ نے فرمایا۔ افضل صدقہ پیٹ بھرنا ایک بھوکے جگر کا ہے (بیہقی) یعنی کوئی جاندار ہو، انسان ہو یا حیوان ہو۔ لیکن موذی جاندار جن کے مارنے کا حکم ہے، مثل سانپ، بچھو وغیرہ یہ ارشاد مذکور سے مستثنے ہیں۔

مسلمانوں کی راہ صاف کرنا

اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ایک شخص درخت کے ٹہنے کے پاس سے گزرا، جو راستے میں تھا۔ اس نے کہا۔ البتہ دور کروں گا میں اس ٹہنے کو مسلمانوں کے راستے سے تاکہ ان کو ایذا نہ دے۔ (اس نے ٹہنے کو کاٹ دیا) پس وہ داخل کیا گیا بہشت میں۔ (بخاری، مسلم)

مسلمانوں کے راستوں کو ایذا دینے والی چیزوں سے صاف کرنا بھی صدقہ ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے۔ اِمَاطَةُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ صَدَقَةٌ۔ (مشکوٰۃ) دور کرنا ایذا کا راستے سے صدقہ ہے۔

حضرت ابی برزہؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا۔ اے اللہ کے نبیؐ! سکھاؤ مجھ کو کوئی چیز جو مجھ کو نفع دے۔ فرمایا۔ اِعْزِلِ الْاَذٰی عَنْ طَرِیْقِ الْمُسْلِمِیْنَ۔ مسلمانوں کے راستے سے موذی چیز کو ایک طرف کیا کر۔» (صحیح مسلم)

غور کریں کہ جن لوگوں کے پاس صدقہ کرنے کے لئے مال نہ ہو یعنی غریب و مفلس ہوں وہ راستے سے موذی چیز ہی دور کر دیا کریں تو صدقے کا ثواب پائیں گے۔

قیامت کو صدقہ سایہ کریگا

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ظِلُّ الْمُؤْمِنِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ صَدَقَتُهٗ۔ قیامت کے دن مومن کا سایہ اسکا صدقہ ہوگا۔ (مشکوٰۃ)

نوٹ:۔ جسطرح سائبان دھوپ کی گرمی سے بچاتا ہے۔ ایسے ہی راہِ للہ دینا (آٹا، دانہ، کپڑا، روٹی، سالن، آنہ، دونی، چونی، اٹھنی، روپیہ، بکرا وغیرہ صدقہ) حشر کے دن کی گرمی سے باعثِ نجات و آرام ہوگا۔ ملائکہ اس صدقے کو سائبان کی صورت بناکر مُنفق کے سر پر تانیں گے۔ پس جہاں تک ہو سکے، اپنی زندگی میں کچھ نہ کچھ ہر روز اللہ کے نام کا دیتے رہیں۔ زکوٰۃ دے کر ہی چُپ نہ سادھ لیں ــ آبِ رواں کی طرح دستِ کرم رواں رہے ــ!

بیمار کیلئے بکرے کا صدقہ

بعض لوگ کالا بکرا تلاش کرتے ہیں کہ بیمار کی طرف سے صدقہ کریں۔ کیونکہ بلا کالی ہوتی ہے۔ کالا بکرا لے کر پیچھا چھوڑ

دیتی ہے۔ یہ سراسر جہالت ہے۔ ہاں اتفاق سے کالا بکرا مل جائے تو اور بات ہے۔ ارادتاً تلاش کرنا ضروری نہیں۔ جیسا بھی بکرا ملے، مالِ حلال سے خرید کر ذبح کر کے غریبوں میں تقسیم کر دیں۔ بیمار کے سر سے چھوانا بے اصل بات ہے۔ اصل غرض صدقے سے اللہ کو خوش کرنا ہے کہ شافیٔ برحق خوش ہو اور بیمار کو شفا بخش دے۔ بکرا دینا بھی صدقہ ہے۔ کسی کو کپڑے پہنا دیں۔ کسی مستحق کو بوری دو بوری گندم لے دیں۔ مساکین کو کھانا کھلا دیں۔ یہ سب صورتیں صدقے ہی کی ہیں۔ اللہ ایسے صدقات سے خوش ہوتا ہے۔

اشتباہ:۔ بعض لوگ بکرا لے کر بیمار کے سر سے چھوا کر آبادی سے دور باہر جا کر ذبح کر کے وہیں چھوڑ آتے ہیں جسے کتے پھاڑتے اور چیلیں نوچتی ہیں۔ یاد رکھیں کہ یہ جاہلیت کی رسم ہے جو گناہ ہے، کوئی صدقہ نہیں۔ اسی طرح کوئی جانور، مرغا یا بکرا، یا گائے، یا بھینس جنگل میں آوارہ چھوڑ دینی یا دریا میں پھینک دینی، کہ بلا کھا لے گی اور حملے سے بیمار کو چھوڑ دے گی ــــ بالکل مشرکانہ نظریہ ہے۔

ایسے ہی بیمار کی شفایابی کے لئے بکرا لیکر کسی بزرگ، یا شہید کی قبر پر جاکر اس کی نذر کر کے وہیں چھوڑ آنا، (مجاوروں کو دے آنا)، یا دیگ پکا کر قبر پر لے جاکر بزرگ،

کی نذر کرکے وہیں تقسیم کر دینا سخت منع ہے کہ نذر لغیر اللہ ہے جس کی حرمت کتب فقہ مثل رد المختار و فتاوئے مولانا عبدالحیؒ وغیرہ میں موجود ہے۔ یاد رکھیں کہ صدقہ کہتے ہیں اللہ کو خوش کرنے کے لیئے مال خرچ کرنا (کسی شکل میں)، اللہ کی بتائی ہوئی جگہوں اور مصرفوں پر اور وہ آٹھ مصرف ہیں جن کا ذکر اس کتاب کے اخیر میں آیا ہے۔

کھانا کھلانا اور سلام کو پھیلانا

حضرت عبداللہ بن سلامؓ سے روایت ہے۔وہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں (ہجرت کرکے) آتے تو میں (ان کی زیارت کے لئے) حاضر ہوا۔ جب میں نے ان کا چہرہ دیکھا تو میں نے معلوم کیا — اَنَّ وَجْهَهٗ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ — کہ چہرہ حضورؐ انور کا، نہیں ہے چہرہ جھوٹے کا۔ پس اول کلام آپ کا (اس مجلس میں) یہ تھا۔ فرمایا آپ نے:-

يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اَفْشُوا السَّلَامَ وَ اَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصِلُوا الْاَرْحَامَ وَصَلُّوْا بِاللَّيْلِ وَ النَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ۔ رہ

اے لوگو! افشا کرو سلام (یعنے السلام علیکم ایک

دوسرے کو بکثرت پکارو۔ اپنے بیگانے واقف ناواقف سب کو سلام کرو) اور کھانا کھلاؤ (بھوکوں کو یا آپس میں کھانے کی دعوتیں کرو) اور سلوک کرو ناتے داروں سے، اور پڑھو نماز رات کو اس حالت میں کہ لوگ سوتے ہوں۔ داخل ہو گے بہشت میں" (ترمذی۔ ابن ماجہ۔ دارمی)

پانی کا صدقہ

حضرت سعید بن عبادہؓ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا۔ اے اللہ کے رسولؐ! سعد کی (یعنی میری) ماں مرگئی۔ پس کونسا صدقہ بہتر ہے (اس کی روح کے لئے) فرمایا آپ نے۔ پانی! پھر سعدؓ نے کنواں کھودا۔ اور کہا۔ هٰذِهٖ لِاُمِّ سَعْدٍ ــ یہ کنواں سعد کی ماں (کے ایصال ثواب) کے لئے ہے۔ (ابوداؤد۔ نسائی)

نوٹ:۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بغیر تعین زمان و مکان اللہ کے نام پر صدقات و خیرات کرنے اور مستحقوں کو دینے سے میت کو ثواب پہنچتا ہے۔ کسی کے مرنے کے بعد روپیہ مسجد میں لگانا یا فقیروں، محتاجوں، مقروضوں، مسکینوں وغیرہم کو کھلانا، پلانا، پہنانا، موجب

ایصالِ ثواب ہے۔ لیکن غیر اسلامی رسموں پر خرچ کرنا، برادری کی واہ واہ کے لئے دیگیں پکاکر ان کو کھلانا، تیجے دسویں، چالیسویں، برسیاں کرنا اسراف اور بدعت ہے۔

مسلمان کو کپڑا پہنانیوالا اللہ کی حفاظت میں

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو مسلمان کسی مسلمان کو کپڑا پہنائے (قمیص یا پاجامہ یا چادر وغیرہ) تو وہ (پہنانے والا) ہو جاتا ہے اللہ کی حفاظت میں جب تک رہے اُس پر اُس کپڑے میں سے ایک ٹکڑا بھی۔" (ترمذی شریف)

بیوی بچوں پر خرچ کرنا بھی ثواب ہے

حضرت ابی مسعودؓ روایت کرتے ہوتے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِذَا اَنْفَقَ الْمُسْلِمُ نَفَقَةً عَلٰی اَهْلِهٖ وَهُوَ يَحْتَسِبُهَا كَانَتْ لَهٗ صَدَقَةً۔

جب خرچ کرتا ہے مسلمان کچھ خرچ اپنے اہل (بیوی بچوں) پر اور وہ اس میں ثواب کی توقع رکھتا ہے۔ تو ہوتا ہے اس کے لئے صدقہ۔" (بخاری مسلم)

نوٹ:- بیوی اور بال بچوں کو کھلانا، پلانا، پہنانا، اوڑھنا، پھر اُن کی بیماریوں پر، تعلیم و تربیت، اور بیاہ شادی پر خرچ کرنا صدقہ اور ثواب ہے۔

سبحان اللہ! ضرورتیں اپنی پوری ہوتی ہیں۔ تعلقات اپنے بنتے ہیں، پیٹ اپنے پلتے ہیں اور نامۂ اعمال میں نیکیاں اور ثواب لکھا جاتا ہے۔ بے شک اللہ کی خوشی اور رضا کے لئے جو کام بھی دنیا کا کیا جائے وہ دین بن جاتا ہے۔ ثواب ہی ثواب ہے۔

بغیر اجازت خاوند بیوی کا صدقہ دینا

حضرت ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کسی عورت کا شوہر (گھر پر) موجود ہو (یعنی سفر میں نہ گیا ہو) تو اس کی اجازت بغیر روزہ (نفل) نہ رکھے اور نہ شوہر کی اجازت بغیر کسی کو گھر بلائے۔ ہاں اگر شوہر کی اجازت بغیر اس کی کمائی میں سے کچھ راہ خدا دے گی تو دینے کا نصف ثواب شوہر کو ملیگا۔ (صحیح مسلم)

ملاحظہ:- معلوم ہوا کہ عورت خاوند کی اجازت کے بغیر گھر سے صدقہ خیرات کر سکتی ہے۔ آدھا ثواب عورت کو اور آدھا خاوند کو ملے گا۔ صحیح مسلم کی دوسری حدیث میں حضورؐ کا یہ ارشاد موجود ہے کہ عورت شوہر کی بغیر اجازت

کچھ دے تو نیک نیتی سے دے۔ اسکا گھر برباد نہ کرے۔

اپنی ذات پر خرچ کرنا!

حضرت ابی ہریرہؓ سے روایت کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا (حضورؐ!) میرے پاس ایک دینار ہے۔(اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چاہتا ہوں) آپ نے فرمایا۔ اَنْفِقْهُ عَلٰى نَفْسِكَ۔ خرچ کر اسکو اپنی جان پر (جان ہے تو جہان ہے۔ اپنی ضرورتیں پوری کر) اس نے عرض کیا۔ میرے پاس ایک اور دینار ہے (جسے میں راہِ اللہ دینا چاہتا ہوں)؟ آپ نے فرمایا۔ اَنْفِقْهُ عَلٰى وَلَدِكَ۔ خرچ کر اس کو اپنی اولاد پر۔ اس نے کہا۔ میرے پاس (خیرات کرنے کیلئے) ایک اور دینار ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اَنْفِقْهُ عَلٰى اَهْلِكَ۔ خرچ کر اسکو اپنی بیوی وغیرہ پر۔ اس نے کہا۔ میرے پاس ایک اور دینار ہے۔ ارشاد ہوا۔ اَنْفِقْهُ عَلٰى خَادِمِكَ۔ خرچ کر اسکو اپنے خادم پر۔ اس نے عرض کیا۔ میرے پاس ایک اور دینار ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اَنْتَ اَعْلَمُ۔ تو دانا تر ہے۔ یعنی خوب جانتا ہے۔ جس کو مستحق سمجھے اسے دے۔" (ابوداؤد۔ نسائی)

نوٹ:۔ مال خرچ کرنا کسی طرح بھی ثواب سے خالی نہیں رہ سکتا۔ اپنی ذات پر خرچ کریں۔ بیوی بچوں، ماں باپ، خویش و اقارب، احباب و اعزہ پر خرچ کریں۔ ثواب اور اجر ملے گا۔

سوال کرنے اور مانگنے کی ممانعت

اسلام نے جہاں اور بیشمار مفید، اچھی اور اعلیٰ فطری باتیں بتائی ہیں وہاں انسان کو خودداری (SELF RESPECT) اور عزت نفس کی دولت بھی بخشی ہے۔ سوال کرنا یا مانگنا انسان کے لئے سخت ذلت کا باعث ہے۔ اس کی ضمیر مر جاتی ہے اور رفتہ رفتہ اس پر رذائل کی تاریکی چھا جاتی ہے۔ اسلئے اسلام نے سوال کرنے سے بڑی سختی سے منع کیا ہے بلکہ اشد ضرورت کے وقت سوال کرنے کو حرام کہا ہے۔

سوال کی تین درست صورتیں

حضرت قبیصہ بن مخارق ایک قرض کے ضامن ہوئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر ادائے قرض کے لئے سوال کیا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ ٹھہرے رہو۔ (یعنی انتظار کرو) جب ہمارے پاس زکوٰۃ آئے گی تو ہم تیرے لئے

زکوٰۃ (کے مال) سے حکم کریں گے۔

پھر فرمایا۔ اے قبیصہ! (سن!) سوال درست نہیں سوائے تین شخصوں کے۔ ایک تو وہ شخص کہ ضامن ہوا ہو قرض کا۔ اس کے لئے سوال درست ہے۔ یہاں تک کہ پہنچے اس ضمانت کو پھر بند رہے اس سے۔ دوسرا وہ شخص کہ پہنچے اسکو آفت[۱]۔ پس درست ہے اسکو سوال یہاں تک کہ پہنچے اس قدر کو کہ پوری ہو حاجت گذران سے۔ تیسرا وہ شخص کہ پہنچے اس کو حاجت سخت (ایسی کہ مشہور ہو گئی ہو لوگوں میں) یہاں تک کہ اس کی قوم سے تین شخص صاحب عقل کھڑے ہوں اور کہیں کہ اسکو سخت حاجت پہنچی ہے۔ پس درست ہے سوال اس کو یہانتک کہ پہنچے اس قدر کو کہ حاجت روائی ہو گذران سے۔ اے قبیصہ! ان تین صورتوں کے سوا سوال حرام[۲] ہے کہ کھاتا ہے سوال کرنیوالا حرام۔ (مسلم)

---

[۱] مثل قحط، یا سیلاب، یا طوفان یا زلزلہ یا دشمن کی گولہ باری وغیرہ جس سے اسکا مال تلف ہو گیا ہو۔

[۲] حضورؐ نے فرمایا ہے۔ نہیں سوال حلال واسطے غنی کے اور نہ واسطے صاحب قوت تندرست اعضاء کے، اور حلال ہے واسطے فقیر اور محتاج کے کہ زمین میں ڈالا اسکو محتاجی نے اور حلال ہے واسطے قرضدار کے کہ بھاری قرض رکھتا ہو۔

(ابوداؤد)

انگارے جمع کرنا

حضرت ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص مانگتا ہے لوگوں سے مال ان کے بہتات کیلئے پس وہ ضرور مانگتا ہے انگارا آگ کا۔ پس چاہیئے کہ کم مانگے یا بہت مانگے۔" (صحیح مسلم)

نوٹ :- فقرو فاقہ یا حاجت دور کرنے کے لئے نہیں مانگتا بلکہ مال بڑھانے اور جمع کرنے کے لئے مانگتا ہے ایسا شخص انگارے جمع کر رہا ہے۔

منہ پر گوشت کی بوٹی نہ ہوگی

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہمیشہ رہتا ہے آدمی سوال کرتا لوگوں سے یہاں تک کہ آئے گا دن قیامت کو اس حال میں، کہ نہ ہوگی اس کے منہ پر بوٹی گوشت کی۔" (بخاری مسلم)

یعنے قیامت کے روز سخت بے آبرو اور ذلیل ہوگا۔

گٹھا لکڑیوں کا پیٹھ پر لادو

حضرت زبیر بن عوامؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ البتہ ایک تمہارا لیوے رسّی پھر لادے اپنی پیٹھ پر گٹھا لکڑیوں کا۔ پھر بیچے اس کو (بازار میں) پس رکھے اللہ آبرو اس کی کہ جاتی رہتی ہے مانگنے سے، بہتر

ہے اُس کے لئے اِس سے کہ مانگے لوگوں سے، دیں اسکو یا نہ دیں۔" (بخاری شریف)

اونچا ہاتھ نیچے ہاتھ سے بہتر ہے

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے برسرِ منبر فرمایا جب کہ آپؐ صدقہ کا اور سوال سے بچنے کا ذکر فرما رہے تھے۔ (فرمایا)

اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى وَالْيَدُ الْعُلْيَا هِيَ الْمُنْفِقَةُ وَ السُّفْلٰى هِيَ السَّائِلَةُ۔ ہاتھ اونچا بہتر ہے ہاتھ نیچے سے اور اونچا ہاتھ خرچ کرنیوالا ہے اور نیچا ہاتھ مانگنے والا ہے۔" (بخاری، مسلم)

حکیم بن حزامؓ نے تازیست سوال نہ کیا

روایت ہے حکیم بن حزامؓ سے، انہوں نے کہا۔ کہ مانگا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کچھ۔ پس دیا آپؐ نے مجھ کو۔ پھر مانگا۔ پس دیا مجھ کو۔ پھر فرمایا۔ اے حکیمؓ! تحقیق یہ مال سبز ہے شیریں (یعنی خوشنما نظر میں اور لذیذ دلوں میں) پس جو کوئی لے اس کو ساتھ بے پرواہی نفس کے (یعنے بغیر سوال کے) اور بغیر حرص کے، برکت کی جاتی ہے اس کے لئے اس میں اور جو کوئی لے اس کو ساتھ طمع نفس کے، نہیں کیجاتی

برکت اس کے لئے اس میں۔ اور ہوتا ہے مانند اس شخص کے
کہ کھاتا ہے اور پیٹ نہیں بھرتا۔ (سنو!) ہاتھ اونچا (دینے
والا) بہتر ہے ہاتھ نیچے (لینے والے) سے۔

پھر کہا حکیمؓ نے۔ اے اللہ کے رسولؐ! قسم ہے اس
ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، نہیں
ناقص کرونگا میں مال کسی کا (یعنی کسی سے سوال نہ کرونگا)
آپ سے اس سوال کرنے کے بعد' یہاں تک کہ میں دنیا
سے جدا ہو جاؤں۔ (بخاری مسلم)

نوٹ:۔ حکیم بن حزامؓ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کے بعد کسی سے کچھ قبول نہ کیا۔ یہاں تک کہ وفات پاگئے
(بخاری شریف)

سوال نہ کرنے پر بیعت لی

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نے چند صحابہؓ سے فرمایا۔ تم
رسولِ خدا سے بیعت کیوں نہیں کرتے؟ صحابہؓ نے جواب
دیا۔ ہم تو حضورؐ سے بیعت کر چکے ہیں۔ حضورؐ نے پھر فرمایا۔
تم رسولِ خدا سے بیعت کیوں نہیں کرتے؟ تیسری مرتبہ
ارشاد سن کر صحابہؓ نے ہاتھ پھیلا دیئے۔ حضورؐ نے فرمایا (ان
شرائط سے بیعت کرو۔ کہ) کسی کو اللہ کا شریک نہ بناؤگے۔
پانچوں نمازیں ادا کروگے۔ اللہ کا حکم مانوگے اور لوگوں

سے سوال نہ کروگے۔ .. .. راوی حدیث عوف بن مالک اشجعیؓ کہتے ہیں۔ چنانچہ میں نے خود دیکھا۔ کہ (صحابہ کی) وہ جماعت کسی سے سوال نہ کرتی تھی۔ یہانتک کہ اگر (کوئی گھوڑے پر سوار ہوتا اور اسکا) کوڑا گر جاتا۔ تو کسی سے اٹھا دینے کی خواہش نہ کرتا یعنے کسی سے سوال نہ کرتا۔ کہ یہ کوڑا مجھے پکڑا دو۔ (صحیح مسلم)

سائل کو مزدوری کرنیکا سبق دیا حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص انصار میں سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اور کچھ مانگا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ کیا نہیں ہے تیرے گھر میں کچھ؟ اس نے کہا۔ ہاں ایک کملی ہے موٹی۔ کچھ اوپر اوڑھتا ہوں۔ اور کچھ نیچے بچھاتا ہوں۔ اور ایک پیالہ ہے پانی کے لئے حضورؐ نے فرمایا۔ لے آؤ وہ دونوں چیزیں۔ وہ آدمی دونوں چیزیں لے آیا۔ حضورؐ نے ان دونوں کو اپنے ہاتھ میں پکڑ کر فرمایا۔

مَنْ يَّشْتَرِيْ هٰذَيْنِ — کون خریدتا ہے یہ دونوں چیزیں؟ ایک نے کہا۔ میں خریدتا ہوں ان کو ایک درہم میں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ مَنْ يَّزِيْدُ عَلٰى دِرْهَمٍ — کون زیادہ دیتا ہے ایک درہم سے؟ ایک شخص نے کہا۔

میں لیتا ہوں ان کو دو درہموں میں! حضورؐ نے اس کو دونوں چیزیں دے کر دو درہم لے لئے۔ اور انصاری کو دے کر فرمایا۔ ایک درہم کا غلہ خرید کر اپنے اہل کو دے دو۔ اور دوسرے درہم سے کلہاڑی خرید کر میرے پاس لاؤ۔ وہ شخص کلہاڑی لے آیا۔ حضورؐ نے اس میں خوب مضبوط لکڑی ٹھونکی اور انصاری کو کہا۔ کہ جاؤ (جنگل میں) اور لکڑیاں جمع کرو اور (بازار میں) بیچو۔ نہ دیکھوں میں تجھ کو پندرہ دن تک *(یعنی پندرہ دن اسی کام میں مشغول رہو) وہ شخص گیا۔ لکڑیاں جمع کرتا اور بیچتا تھا۔ پھر حضورؐ کے پاس آیا درحالیکہ اس کے پاس دس درہم تھے۔ پھر خریدا اس نے ان سے کپڑا اور غلہ۔ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ (محنت مزدوری کرنی) بہتر ہے تیرے لئے اس سے کہ آتے تو اور ہووے سوال کا داغ تیرے منہ میں قیامت کے دن۔ (سنو!) نہیں لائق مانگنا سوائے تین شخصوں کے۔ واسطے محتاج کے کہ زمین میں ڈال رکھا ہو (محتاجی نے اسکو) یا واسطے قرضدار کے کہ قرض بھاری اور رسوا کرنے والا رکھتا ہو۔ یا واسطے صاحب خون کے کہ دیت دینی آتے بدلے خون کے، کہ ضامن ہوا تھا خون کا، اور ضمانت کی ادائیگی کی طاقت نہیں رکھتا۔ پس سوال کرکے

ادا کرے۔ (ابو داؤد)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اولاد پر زکوٰۃ حرام ہے

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم گزرے (ایک جگہ سے) اور راستے میں کھجور پڑی ہوئی تھی۔ آپ نے فرمایا۔ اگر نہ ڈرتا میں یہ کہ ہو کھجور زکوٰۃ کی تو کھا لیتا میں اس کو۔" (بخاری مسلم)

نوٹ :۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ زکوٰۃ کا مال حضور انورؐ کو کھانا حرام تھا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا، کہ راستے میں پڑی ہوئی تھوڑی سی معمولی چیز کو اٹھا کر کھا لینا جائز ہے۔ اس گمان سے کہ مالک اس معمولی چیز کی تلاش نہیں کریگا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ متقی کے لئے حرام کے شبہ کی چیز سے بچنا بہتر ہے۔

حضرت حسنؓ کے منہ سے زکوٰۃ کی کھجور تھکوادی

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت حسنؓ بن علیؓ نے زکوٰۃ کی کھجوروں سے ایک کھجور منہ میں ڈال لی۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کِخْ کِخْ لِیَطْرَحَهَا۔ دور کر، دور کر تا پھینک دیں اسکو۔

پھر فرمایا۔ اَمَا شَعَرْتَ اَنَّا لَا نَاْكُلُ الصَّدَقَةَ۔ کیا تو نہیں جانتا کہ ہم (بنی ہاشم) صدقہ نہیں کھاتے۔" (بخاری مسلم)

نوٹ:۔ حضور انورؐ نے حضرت حسنؓ کو زکوٰۃ کی کھجور کے کھانے سے منع کیا۔ بلکہ منہ سے تھکوا دی۔ کیونکہ ان کے لئے بوجہ زکوٰۃ کے حرام تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ بچوں کو بھی خلافِ شرع باتوں سے روکنا چاہیئے۔ اور حرام ہے ماں باپ پر کہ پہنائیں لڑکوں کو ریشم اور زیور سونے کے اور یہ کہ حرام ہے بچوں کو نذر لغیر اللہ کا کھلانا، اور رشوت، اور ناجائز مال سے ان کی پرورش کرنا۔

زکوٰۃ آدمیوں کے میل ہیں

عبدالمطلب بن ربیعہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں:۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ هٰذِهِ الصَّدَقَاتِ اِنَّمَا هِيَ اَوْسَاخُ النَّاسِ وَ اِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَّ لَا لِاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

تحقیق یہ صدقات (یعنی زکوٰۃ) بیشک میل ہیں لوگوں کے اور وہ نہیں حلال واسطے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے اور نہ اولاد محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے۔" (صحیح مسلم)

نوٹ:۔ جسطرح بدن سے میل اتارتے ہیں تو بدن صاف

اور پاک ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی زکوٰۃ دینے سے لوگوں کے اموال اور جانیں پاک ہو جاتی ہیں۔

زکوٰۃ حضورؐ انور اور آپؐ کی اولاد پر حرام ہے۔ یعنی بنی ہاشم پر۔ اور ہاشمی پانچ شخصوں کی اولاد ہے۔

۱۔ اولاد حضرت علیؓ کی۔ خواہ حضرت فاطمہؓ سے ہوں یا اور سے۔
۲۔ اولاد حضرت جعفرؓ کی۔
۳۔ اولاد حضرت عقیلؓ کی۔
۴۔ اولاد حضرت عباسؓ کی۔
۵۔ اولاد حضرت حارث بن عبدالمطلبؓ کی۔

رحمتِ عالمؐ ہدیہ قبول کرتے تھے

حضرت ابی ہریرہ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس طعام لائے جاتے، تو آپ ان سے متعلق پوچھتے اَھَدِیَّۃٌ اَمْ صَدَقَۃٌ۔ کیا ہدیہ یعنی تحفہ ہے، یا صدقہ ہے؟ اگر کہا جاتا، صدقہ ہے تو آپ اپنے یاروں کو (سوائے بنی ہاشم کے) کہتے، کھاؤ۔ اور خود نہ کھاتے۔ اور اگر کہا جاتا، ہدیہ ہے۔ تو دراز کرتے ہاتھ اپنا، پس کھاتے اپنے یاروں کے ساتھ۔ (بخاری مسلم)

صدقہ اور ہدیہ کا فرق

صدقہ اس مال کو کہتے ہیں جو عموماً فقیروں اور محتاجوں کو دیا جاتا ہے۔ تو صدقہ میں لینے والے کے لئے ایک طرح کی ذلت اور خفت ہوتی ہے۔ اس لئے صدقہ حضورؐ پر مطلقاً حرام ہے۔

اور ہدیہ میں کوئی چیز کسی شخص کی تعظیم اور تکریم کے لئے دیجاتی ہے۔ اس لئے ہدیہ ایک اُمتی سے لے کر پیغمبر تک کے لئے قابلِ قبول ہے۔ اور ہدیہ ضرور قبول کرنا چاہیئے۔

مالِ زکوٰۃ سے غنیوں کی دعوت

حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ سلم گھر تشریف لائے تو ہانڈی جوش مار رہی تھی ساتھ گوشت کے۔ حضورؐ کے آگے روٹی اور گھر کا سالن (جو گوشت نہ تھا) رکھا گیا۔ آپؐ نے فرمایا۔کیا نہ دیکھا میں نے ہانڈی میں گوشت؟ (یعنی گوشت کا سالن تم نے مجھے کیوں نہیں دیا جو گھر میں پکایا گیا ہے؟) عرض کیا گھر کے لوگوں نے کہ یہ گوشت بریرہ (گھر کی لونڈی) کو صدقہ دیا گیا ہے اور آپ صدقہ نہیں کھاتے (اسلئے آپ کو نہیں دیا) ارشاد فرمایا۔ وہ گوشت صدقہ ہے۔ بریرہ پر۔ اور ہمارے لئے (بریرہ کی طرف سے) ھدیہ

ہے۔ (متفق علیہ)

یہاں سے یہ مسئلہ معلوم ہوا۔ کہ فقیر اور محتاج، جو زکوٰۃ لے۔ پھر اگر وہ اس زکوٰۃ سے کسی غنی اور مال دار کی دعوت کرے تو اس دعوت کا کھانا غنی کے لئے جائز اور حلال ہے۔

جو بغیر سوال کے ملے اُسے قبول کرنے کا حکم!

اوپر آپ پڑھ آئے ہیں کہ سوال کرنا اور مانگنا منع ہے۔ لیکن اگر کوئی چیز بغیر سوال کے ملے، تو اسے قبول کرنے کا حکم ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کوئی شخص دلی خواہش یا محبت سے، یا دوسرے کی تعظیم اور تکریم کے لئے کوئی چیز پیش کرے، اور وہ اسے رد کر دے تو دینے والے کے دل کو ٹھیس لگے گی اور وہ آزردہ ہوگا۔ اس لئے بغیر سوال کے جو چیز ملے، اُسے ضرور قبول کر لینا چاہیئے۔ سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ملاحظہ ہوں:-

جو بغیر مانگے ملے، وہ اللہ کا رزق ہے!

حضرت عطا بن یسارؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عمر بن خطابؓ کو ایک عطیہ بھیجا۔

حضرت عمرؓ نے اس کو واپس کر دیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے پوچھا۔ تم نے اس کو کیوں واپس کیا؟ عمرؓ نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسولؐ! کیا آپ نے ہم کو یہ خبر نہیں دی ہے کہ ہمارے واسطے یہی بہتر ہے کہ کسی سے کوئی چیز نہ لیں۔ حضورؐ نے فرمایا (یہ مسئلہ تو) اُس چیز کے لئے ہے جو مانگی جائے۔ اور جو بغیر مانگے ملے، وہ رزق ہے جو اللہ پہنچاتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، میں کسی سے کوئی چیز نہ مانگوں گا اور جو بغیر مانگے ملے گی اُسکو نہ چھوڑوں گا۔ (ترغیب و ترہیب)

حضرت عائشہؓ نے نقدی کپڑے رکھ لئے

مطلب بن عبد اللہ بن حنطب سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن عامر نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کو کچھ نقدی اور کچھ کپڑے تحفہ کے طور پر بھیجے۔ فَقَالَتْ لِلرَّسُوْلِ اَیْ بُنَیَّ لَا اَقْبَلُ۔ آپ نے اس شخص کو جو (یہ ہدیہ) لے کر آیا تھا۔ فرمایا۔ اے میرے بچے! میں کسی کی کوئی چیز قبول نہیں کرتی (اس لئے واپس لے جاؤ) پھر جب وہ شخص باہر نکلا۔ تو آپ نے فرمایا۔ اسکو بلاؤ۔ پھر اس کو بلایا۔ آپ نے فرمایا۔ مجھ کو ایک بات

یاد آئی ہے کہ مجھ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

یَا عَائِشَۃُ مَنْ اَعْطَاكِ عَطَاءً بِغَیْرِ مَسْئَلَۃٍ فَاقْبَلِیْهِ فَاِنَّمَا هُوَ رِزْقٌ عَرَضَہُ اللّٰہُ عَلَیْكِ۔

اے عائشہؓ! جو شخص تجھ کو کوئی چیز بغیر سوال کے دے، اسکو قبول کر لینا، کیونکہ وہ رزق ہے جو اللہ تعالے نے تجھ کو پہنچایا ہے۔ (ترغیب و ترہیب)

بغیر سوال کے ملا ہوا مال

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کو فرماتے ہوتے سنا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مجھ کو کچھ دیتے تو میں کہتا۔ اس شخص کو دیجئے جو مجھ سے زیادہ محتاج ہو۔ آپ فرماتے کہ جب اس مال میں سے تجھ کو کچھ ملے اس حال میں کہ تمہارا دل اس میں نہ لگا ہو اور نہ تم نے سوال کیا ہو تو لے لو۔ اور اگر نہ ملے، تو اس کے پیچھے نہ پڑو۔ (بخاری شریف)

اللہ کا بھیجا ہوا رزق

حضرت ابی ہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

مَنْ آتَاہُ اللّٰہُ شَیْئاً مِنْ هٰذَا الْمَالِ مِنْ غَیْرِ

اَنْ يَّسْئَلَهُ فَلْيَقْبَلْهُ فَاِنَّمَا هُوَ رِزْقٌ سَاقَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ — جس کو اللہ تعالےٰ یہ مال بغیر مانگے دے۔ اس کو چاہیئے کہ قبول کرلے۔ کیونکہ وہ رزق ہے جو اللہ تعالےٰ نے اس کی طرف بھیجا ہے۔ (ترغیب ترہیب بحوالہ احمد)

ان احادیث سے پتہ چلا۔ کہ مسلمان بھائی اگر کوئی چیز اپنے بھائی کو بطور ہدیہ، تحفہ، عطیّہ، پیش کش، اور بخشش کے دے تو اُسے ضرور قبول کر لینی چاہیئے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی حکم دیا ہے۔ یعنی بغیر سوال کے جو چیز ملے اُسے قبول کر لو۔ وہ اللہ کا بھیجا ہوّا رزق ہے۔

ہدیہ عطیّہ واپس لینا!

اپنی خوشی سے بغیر سوال کے کسی کو پیش کش، ہدیہ، عطیہ، تحفہ دے کر پھر غصے ناراضگی یا کسی اور وجہ سے اس کی واپسی کا مطالبہ کرنا، یا واپس لینا، بڑا اوچھا پن، کم ظرفی، رذالت اور کم اصلی ہے — یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو کتّے کے قے چاٹنے کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ جو

عطیہ دے کر پھر واپس لیتا ہے۔ اخلاقِ فاضلہ کی کہکشاں کے راہرو۔ احترامِ آدمیت کے باغ کی بہار۔ خود داری، عزتِ نفس اور عرضِ مومن کے پھولوں کی مہک، خواجۂ گیہاں، وجہِ آبروئے جہاں، سرورِ کائنات، پیغمبرِ لیل ونہار، جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَلْعَائِدُ فِیْ هِبَتِهٖ كَالْكَلْبِ يَعُوْدُ فِیْ قَيْئِهٖ لَيْسَ لَنَا مَثَلَ السَّوْءِ۔ (بخاری شریف)

عود کرنے والا اپنی ہبہ میں یعنی ایک چیز کو دے کر پھر واپس لینے والا مانند کتے کے ہے کہ چاٹتا ہے قے اپنی۔ نہیں لائق ہم کو بُری مثل۔

کتے کی مانند قے چاٹنا

یعنی تحفہ، ہدیہ، بخشش، پیش کش دے کر پھر اسکو واپس لینے والا کتے کے قے چاٹنے کی مانند ہے۔ ایسی بُری مثل ہمارے لائق نہیں۔ یعنی ایسا بُرا کام مسلمان کی شان کے لائق نہیں کہ کسی کو ایک چیز اللہ کی رضا کے لئے دے کر پھر واپس لے۔

عطیہ دے کر واپس لینا حلال نہیں

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ وَ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ

لِلرَّجُلِ اَنْ يُّعْطِيَ عَطِيَّةً ثُمَّ يَرْجِعَ فِيْهَا.

حضرت ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نہیں حلال واسطے آدمی کے یہ کہ دیوے عطیہ۔ پھر رجوع کرے اس میں۔" (مشکوٰۃ شریف بحوالہ ابوداؤد۔ ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

جب کوئی چیز اللہ کی خوشی کی خاطر کسی کو دے دی، تو اب اس کی مِلک ہوگئی۔ دینے والے کا حق نہیں رہا۔ اب نہ اسکا مطالبہ کر سکتا ہے نہ لے سکتا ہے۔ رجوع حرام ہے یہاں تک کہ معطی اپنے عطیہ یا پیشکش کو قیمت دے کر خرید بھی نہیں سکتا۔

اپنا عطیہ قیمتاً خریدنا بھی منع ہے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص (غازی مرد) کو فی سبیل اللہ گھوڑا دیا۔ اس نے گھوڑے کو ضائع کیا (لینے بسبب بے غوری کے دبلا کر دیا) میں نے چاہا کہ خرید لوں اس سے۔ اور گمان کیا میں نے کہ وہ سستا بیچے گا۔ پھر میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ (حضورؐ میں نے ایک شخص کو فی سبیل اللہ گھوڑا دیا تھا۔ اسنے

بوجہ بے غوری اسے لاغر کر دیا ہے۔ کیا میں اس سے خرید لوں؟ آپؐ نے فرمایا:

لَا تَشْتَرِہٖ وَلَا تَعُدْ فِیْ صَدَقَتِكَ فَاِنْ اَعْطَاكَهٗ بِدِرْهَمٍ فَاِنَّ الْعَائِدَ فِیْ صَدَقَتِهٖ كَالْكَلْبِ يَعُوْدُ فِیْ قَيْئِهٖ (بخاری۔مسلم)

نہ خرید اس کو، اور نہ عود کر اپنے صدقہ میں اگرچہ دیوے تجھ کو وہ بدلے ایک درہم کے، (اور سن) رجوع کرنے والا اپنے صدقہ میں مانند کتے کے ہے کہ چاٹتا ہے قے اپنی۔

اپنے صدقے، تحفے، ہدیے، عطیے اور پیشکش کو واپس لینا تو درکنار — معطی تو اسے قیمتاً بھی نہیں خرید سکتا۔ خواہ ہزار روپیہ کا گھوڑا ایک آنہ کو واپس ملے۔

صدقہ الفطر

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكٰوةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى وَالصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ

وَ اَمَرَ بِهَا اَنْ تُوءَدّٰی قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ اِلَی الصَّلٰوۃِ ۔ (بخاری مسلم)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ فرض کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ فطر ایک صاع کھجور سے یا ایک صاع جَو سے غلام پر، اور آزاد پر اور مرد پر اور عورت پر. اور چھوٹے پر اور بڑے پر در حالیکہ وہ مسلمان ہوں۔ اور حکم فرمایا کہ صدقۃ الفطر ادا کیا جاتے لوگوں کے نماز (عید) میں نکلنے سے پہلے "

حضرت ابی سعید خدریؓ روایت کرتے ہوتے کہتے ہیں۔ کہ ہم نکالتے تھے صدقہ فطر کا ایک صاع طعام سے۔ یا ایک صاع جَو سے، یا ایک صاع کھجور سے یا ایک صاع پنیر سے ایک صاع انگور خشک سے؛ (بخاری مسلم)

فی کس پونے تین سیر صدقہ فطر ہے

صاع مدنی پونے تین سیر کا ہوتا ہے. پس پونے تین سیر (ایک صاع) گیہوں، جَو وغیرہ فی کس زکوٰۃ فطر نماز عید سے پہلے ادا کرنی فرض ہے۔ گھر کے ہر فرد، کیا چھوٹا، کیا بڑا، حتیٰ کہ دودھ پیتا بچہ تک، سب کی طرف سے صدقہ فطر دینا فرض ہے۔

گیہوں نصف صاع تک دے سکتے ہیں

جب امیر معاویہؓ کا زمانہ آیا۔ اور شام سے گیہوں آتے تو آپ نے فرمایا۔ کہ میری رائے میں نصف صاع (ایک سیر چھ چھٹانک) گیہوں اِن (دوسری چیزوں) کے برابر ہوتے ہیں۔ (بخاری شریف)

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ نکالو زکوٰۃ روزے اپنے کی (یعنے فطرہ دو) آخر رمضان میں کہ فرض کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک صاع کھجور سے یا جَو سے۔ اَوْ نِصْفُ صَاعٍ مِنْ قَمْحٍ۔ یا آدھا صاع (ایک سیر چھ چھٹانک) گیہوں سے ؛

(مشکوٰۃ شریف ، بحوالہ ابوداؤد و نسائی)

بہتر اور افضل یہی ہے کہ گندم سے بھی پورا صاع یعنی پونے تین سیر فی کس دیا جائے۔ اور اگر کوئی نصف صاع

ؔ صدقہ فطر اس لئے فرض ہے کہ اس کے ادا کرنے سے روزے پاک ہو جاتے ہیں ہر طرح کے نقائص سے۔ چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ زَکٰوۃُ الْفِطْرِ طُھْرُ الصِّیَامِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ طُعْمَۃً لِّلْمَسَاکِیْنِ۔ زکوٰۃ فطر کی روزہ کو پاک کرنے کے لئے ہے بیہودہ بات اور بُرے کلام سے، لازم کی مسکینوں کو کھلانے کے لئے ؛ (ابوداؤد)

(ایک سیر چھ چھٹانک) فی کس گندم دے گا تو بھی صدقہ فطر ادا ہو جائیگا۔ جیسا کہ روایت بالا میں ہے۔

صدقہ فطر ہر مسلمان دے

صدقہ فطر فرض ہے۔ ہر مسلمان کو ادا کرنا چاہیئے اور یہ واجب الادا ہوتا ہے طلوع فجر عید کے وقت۔ اور نماز عید سے قبل اسے دے دینا چاہیئے۔ نماز کے بعد نہیں لگے گا۔ اور صدقہ فطر مساکین کا حق ہے۔ اور مسکین کی پہچان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسطرح کرائی ہے۔ فرمایا ہے۔

لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِىْ يَطُوْفُ عَلَى النَّاسِ تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَ اللُّقْمَتَانِ وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ وَ لٰكِنَّ الْمِسْكِيْنَ الَّذِىْ لَا يَجِدُ غِنًى يُّغْنِيْهِ وَلَا يُفْطَنُ بِهٖ فَيُتَصَدَّقُ عَلَيْهِ وَ لَا يَقُوْمُ فَيَسْئَلُ النَّاسَ۔

نہیں ہے مسکین وہ کہ پھرتا ہے لوگوں پر، پھیرتا ہے اسکو ایک لقمہ یا دو لقمے اور ایک کھجور یا دو کھجوریں (گھر گھر) ولیکن مسکین وہ ہے کہ نہیں پاتا مال کہ بے پروا کرے اسکو، اور نہیں معلوم کیا جاتا (بظاہر) کہ وہ محتاج ہے۔ تاکہ صدقہ دیا جائے اس کو اور نہیں اٹھتا (اپنے گھر سے) تا مانگے لوگوں سے۔" (بخاری۔ مسلم)

ملاحظہ:- بعض لوگ مساجد کے اماموں کو صدقۂ فطر اور قربانی کی کھالیں دیتے ہیں۔ ان کو یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ چیزیں مساکین اور فقراء کا حق ہے، ائمہ مساجد کا نہیں۔ ہاں اگر امام مسجد مسکین اور فقیر ہو تو اسکو دے سکتے ہیں۔

زکوٰۃ اور صدقات اطاعتِ رسول کیمطابق دینے چاہئیں

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ۝ (پ۲۶ ع ۸)

مسلمانو! حکم مانو اللہ کا اور (اللہ کے احکام کی تعمیل میں) اطاعت کرو رسول کی اور (غیر مسنون طریق پر چل کر) اپنے عملوں کو باطل نہ کر لو۔

اطاعتِ رسولؐ کی شرط پر زکوٰۃ وصدقات قبول ہوں گے!

اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے تمام احکام اور فرائض میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری یعنے طریقۂ نبویؐ پر عمل کرنا، فرض ہے۔ اگر ہم اللہ کے فرائض کو بہ اتباعِ رسولؐ بجا نہ لائیں۔ یعنی جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ سلم نے فرائض خداوندی پر عمل کیا ہے یا کرنے کو کہا ہے، اسطرح نہ کرینگے بلکہ کسی غیر مسنون طریقے یا اسلام کی ترمیم کرنے

والے دورِ حاضر کے "مجتہدوں" کے کہنے کے مطابق عمل کریں گے۔ تو وہ عمل، زکوٰۃ، صدقات، خیرات ــــ سب بحکم قرآن ــــ وَ لَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَکُمْ باطل قرار پائینگے۔ برباد ہو جائیں گے۔ اس لئے خوب سمجھ سوچ کر زکوٰۃ اور دوسرے صدقات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق خرچ کریں۔ حضورؐ نے جن جن چیزوں کو قابلِ زکوٰۃ قرار دیا ہے اور جو جو نصاب ان کا مقرر فرمایا ہے اور جو شرح زکوٰۃ متعین فرمائی ہے۔ اور جو مصارف بتاتے ہیں ان سب کو بدل و جان قبول کریں۔ اور ان پر ہی عمل کریں۔ پھر اللہ تعالیٰ مالی عبادت قبول کرے گا اور درجے دے گا۔ ورنہ نہیں!

شرحِ زکوٰۃ میں تبدیلی کی جسارت

مثلاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیسواں حصہ یعنی اڑھائی فیصد زکوٰۃ مقرر فرمائی ہے جو پونے چودہ سو سال سے تمام اُمت مانتی اور دیتی آتی ہے۔ لیکن آج کے بعض انوکھے مجتہد اور اسلامی مجلس مشاورت کے بعض دیدہ دلیر کہتے ہیں کہ یہ شرحِ زکوٰۃ اُسی وقت کے لئے تھی۔ آج وقت کے تقاضے کے مطابق جو شرح حکومت چاہے مقرر کر سکتی ہے۔ ہم کہتے ہیں۔ کہ یہ

دین میں مداخلت ہے اور انتشار پیدا کرنا ہے۔ اِن لوگوں کے پاس حضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کی تشریحِ قرآن کو بدلنے کا کیا اختیار ہے اور کس دلیل سے وہ ایسا کرتے ہیں۔ کیا یہ لوگ یا حکومت رسُولُ اللہ ہیں جو شریعت بناتے ہیں۔ دیکھیے قرآنِ مجید میں کس درجہ لرزہ خیز ارشاد ہوتا ہے:۔

وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیَتَعَدَّ حُدُوْدَہٗ یُدْخِلْہُ نَارًا۔ (پ ع ۱۳)

اور جو کوئی نافرمانی کرے اللہ کی اور اس کے رسولؐ کی اور گذر جائے ۳۱، کی (مقرر کردہ) حدوں سے، داخل کرے گا اللہ اسکو آگ میں"

اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ رسول کی نافرمانی موجبِ جہنم ہے تو جو لوگ زکوٰۃ کی شرح کو بدلتے ہیں، وہ اللہ اور رسولؐ کی نافرمانی کرتے ہیں۔ اللہ کی نافرمانی اسطرح کہ اُس نے حکم دیا ہے۔ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ ۔ کہ رسولؐ کی اطاعت کرو۔ تو شرح زکوٰۃ بدل کر اطاعتِ رسولؐ سے منہ موڑا۔ یہ اللہ کی نافرمانی ہوئی اور ساتھ ہی رسولؐ کی نافرمانی بھی ہوگئی یہ دونوں نافرمانیاں خسارۂ آخرت کی موجب ہیں۔

غور کریں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم زکوٰۃ کی

شرح اڑھائی فیصدی مقرر کریں اور کوئی اس شرح کو ردّ کرے۔ اسکا انجام معلوم! اور جو حضورؐ کی شرح ردّ کرکے کسی اُمتی کی شرح قبول کرے، اس کی زکوٰۃ کے برباد اور عاقبت خراب ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے؟ بھائیو! ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ ہم قرآن سے حجّت (ARGUMENT) لا رہے ہیں!

کیا انکم ٹیکس زکوٰۃ ہے؟

ایسے ہی جو شخص انکم ٹیکس، پراپرٹی ٹیکس، ہوس ٹیکس یا کسی اور ٹیکس کو زکوٰۃ کہتا ہے اور ان ٹیکسوں کی ادائیگی کو قرآنی زکوٰۃ کی ادائیگی قرار دیتا ہے، وہ بھی دین میں سینہ زوری کرتا ہے۔ بلا دلیل مسئلہ گھڑ کر مسلمانوں کو راہِ رسولؐ سے ہٹاتا ہے۔ ؎

ترسم کہ تو می رانی زورق بہ سراب اندر
زادی بہ حجاب اندر، میری بہ حجاب اندر

ٹیکس گزار کے سر سے زکوٰۃ کا بوجھ نہیں اُتر سکتا

حکومت کا انکم ٹیکس تو آمدن پر ہوتا ہے اور اس کی شرح بھی حکومت نے اپنی ضروریات کے پیشِ نظر خود ہی تجویز کی ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ حکومت لوگوں کے زیورات،

نقدی، غلّہ اور مویشی وغیرہ سے کچھ نہیں لیتی، حالانکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نقدی، مالِ تجارت، چاندی، سونا، غلّہ، اُونٹ، گائے، بکری، دُنبہ، بھینس وغیرہ کا نصابِ زکوٰۃ مقرر کیا ہے اور پھر شرح زکوٰۃ بھی بتائی ہے اور اس شرح سے زکوٰۃ دینے کا حکم دیا ہے۔ پھر جو شخص کہتا ہے کہ حکومت کا انکم ٹیکس زکوٰۃ ہے۔۔ کیا ٹیکس دینے سے رسولؐ خدا کے حکم کے مطابق مذکورہ چیزوں کی زکوٰۃ ادا ہوتی ہے؟ ہرگز نہیں! تو پھر یاد رکھیں کہ ٹیکس کو شرعی زکوٰۃ کی ادائیگی قرار دینا صریحًا مداخلت فی الدین ہے اور ٹیکس گذار کے سر سے قرآنی زکوٰۃ کا بوجھ ہرگز نہیں اُتر سکتا۔

دیکھیے شرعی زکوٰۃ سونا اور چاندی اور مالِ تجارت وغیرہ سے ہر سال دینی پڑتی ہے۔ لیکن انکم ٹیکس تو آمدن پر لیا جاتا ہے۔ اگر ایک شخص کے پاس پچاس تولے سونا ہے اور سو تولے چاندی ہے۔ پانچ ہزار روپے کا مالِ تجارت گھر پڑا ہے۔ بکری ہوتی نہیں۔ حکومت انکم ٹیکس، نہیں لے گی خواہ کتنے سال گذر جائیں۔ لیکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خدا کی وحی سے حکم دے رکھا ہے۔ کہ ہر سال زکوٰۃ دو! ـــ خواہ زکوٰۃ مال کو

کھا[1] جائے۔ یعنی زکوٰۃ دیتے دیتے مال ہی ختم ہو جائے۔ حکومت نے تو انکم (Income) یعنی آمدنی پر ٹیکس لینا ہے۔ لاکھوں کی تعداد میں ایسے ملازمت پیشہ اور دکاندار موجود ہیں جو اتنی آمدنی نہیں رکھتے کہ ان سے انکم ٹیکس لیا جائے۔ چنانچہ ان سے حکومت ٹیکس نہیں لیتی۔ لیکن ان لوگوں کے گھروں میں عموماً سونا چاندی ضرور اتنا ہے کہ ان سے زکوٰۃ دینی پڑتی ہے اور وہ دیتے ہیں۔ ثابت ہوا کہ انکم ٹیکس کو زکوٰۃ سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اگر انکم ٹیکس کی ادائیگی زکوٰۃ کی ادائیگی ہے تو انکم ٹیکس کی عدم ادائیگی سے زکوٰۃ کیوں

لہ اگر کوئی کہے کہ اسلام کا یہ حکم کیسا ہے کہ زکوٰۃ دیتے جاؤ، یہاں تک کہ زکوٰۃ مال کو کھا جائے۔ گزارش ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خبردار! جو کوئی کسی یتیم کے مال کا والی ہو، اُسے چاہیئے کہ اس مال سے تجارت کرتا رہے تاکہ زکوٰۃ اس مال کو نہ کھا جائے (مشکوٰۃ) اس سے معلوم ہوا کہ اسلام نہیں چاہتا کہ سونا چاندی وغیرہ بند پڑا رہے۔ بلکہ حکم دیتا ہے کہ مال سے تجارت کرتے رہو۔ تاکہ مال بڑھے۔ تمہارے کام بھی آئے اور خیرات سے لوگوں کے کام بھی آئے اور اگر کوئی تجارت نہ کرے گا تو زکوٰۃ لازمی دینی آئے گی۔ حتیٰ کہ زکوٰۃ مال کو ختم کر دے۔ جب مال ختم ہو گیا تو صاحب مال محتاج ہو کر سزا پائے گا غفلت کی جو اس نے تجارت پر مال نہ لگایا۔

ساقط نہیں ہوتی ؟

زکوٰۃ کو کھلا رکھنا بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے اٰتُوا الزَّکٰوۃَ (زکوٰۃ دو) فرماکر زکوٰۃ کو کھلا رکھا ہے اس لئے وقت کے تقاضوں کے مطابق اس کی تشریح کر لینی چاہیئے۔ گزارش ہے کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن میں فَانْكِحُوْا (نکاح کرو) فرماکر بقول ایشاں نکاح کو بھی کھلا رکھا ہے۔ اس کھلا رکھنے پر اگر لڑکی صبح کالج جاتے اور شام کو خاوند لے کر گھر آجاتے اور کہے کہ خدا نے نکاح کو کھلا رکھا ہے اور کھلا رکھنے کے معنے یہ ہیں کہ عورت ، مرد ایک دوسرے کو پسند کرکے ازدواجی زندگی گزارنے کا عہد کرلیں تو یہی نکاح ہے۔ میں نے اپنے کلاس فیلو کو پسند کرلیا ہے اور اس نے مجھے۔ پھر ہم دونوں نے میاں بیوی بن کر زندگی گزارنے کا اقرار کرلیا ہے۔ بس ہمارا نکاح ہوگیا ہے۔ زکوٰۃ کو کھلا رکھنے کے مخترعین کے نزدیک یہ نکاح بالکل درست ہوگا۔ حالانکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان لَا نِكَاحَ اِلَّا بِوَلِيٍّ [1] کے مطابق یہ نکاح بالکل باطل ہے۔ قارئین کرام جسطرح آپ مذکورہ صورت لڑکی کے نکاح کی برداشت نہیں کرسکتے۔ اسی طرح آپ کو یہ کبھی برداشت نہیں کرنا چاہیئے کہ زکوٰۃ کو کھلا رکھ کر اس کا یہ مطلب

[1] ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔ (مشکوٰۃ)

لیا جاتے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ قابلِ زکوٰۃ اموال و اجناس، ان کے نصاب اور متعینہ شرحوں کو ٹھکرا کر اپنی مرضی سے انکم ٹیکس کو زکوٰۃ قرار دے کر قرآن کے فریضہ زکوٰۃ سے کنارہ کش ہو جائیں۔

زمانے کے تقاضے اِسلام پر قربان کریں

آجکل یہ زہریلی ہوا چل رہی ہے کہ اسلام کو زمانے کے تقاضوں کے مطابق بناؤ۔ غور کریں کہ زمانہ اینٹ پتھر اور گارے کا نام نہیں۔ زمانے سے مراد گردشِ لیل و نہار کے ساتھ بنی نوعِ انسان کے حالات و کوائف اور ضروریات ہی تو ہیں۔ پھر آج زمانے کا تقاضا تو یہ ہے کہ عورتوں سے پردہ ہٹا دو۔ عورتوں اور مردوں کی مشترکہ موسیقی کانفرنسیں قائم کرو۔ گانا بجانا عام ہو۔ رقص و سرود کی محفلیں جمیں۔ پکچرز کی بیحیائی کی ہوا چلے۔ ریڈیو کے فحش گانے رجال و اناث کو مست کریں۔ دخترِ رز کھلے بندوں آزاد پھرے۔ بنت العنب سے سربازار معاشقے ہوں۔ اخلاق کی حدیں ٹوٹیں، نفس کی بنے اور اخلاقیات کی بنا اکھڑے۔ لیبل اسلام کا ہو۔ اور مال خواہش کا۔

افسوس، زمانے نے آج ایسے مولوی بھی پیدا کر لئے ہیں

جو اسلام کو زمانے (نفس) کے تقاضوں کے مطابق بنانے کے درپے ہوگئے ہیں۔ رحمتہ عالم ؐ کے ارشادات سے بے نیاز ہوکر قرآن کو پاژند بنا دینے کی سعی میں ہیں۔ آیات کے من مانے معنی اور نفس (زمانے) کے تقاضے کے مطابق تفسیر گھڑ رہے ہیں اور اسطرح ایک چیپ اسلام مارکیٹ میں لے آئے ہیں۔ حالانکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :-

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ ھَوَاہُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِہٖ ۔ (مشکوٰۃ)

تم میں کوئی (پورا) مومن نہیں ہو سکتا۔ یہاں تک کہ وہ اپنی خواہش (کے تقاضوں) کو میری لائی ہوئی چیز (شریعت یعنی کتاب و سنت) کے تابع کر دے۔"

معلوم ہوا۔ کہ اپنی تمام خواہشات اور زمانے کے تقاضوں کو اسلام کے تابع فرمان کر دینے کا حکم ہے۔ خدا جزائے خیر دے، علامہ اقبالؒ نے کیا اچھا کہا ہے۔

حدیث بے خبراں است کہ با زمانہ بساز
زمانہ با تو نہ سازد و تو با زمانہ ستیز

یہ بے خبر لوگوں کا قول ہے کہ زمانے کے موافق ہو کر

چلو۔ (سنو!) اگر زمانہ تمہارے (اسلام) کے موافق نہیں ہوتا
تو تم زمانہ سے جنگ کرو۔"
یعنی زمانہ اگر اسلام سے موافق نہیں ہوتا تو تم اسلام
کے احکام و اوامر اور مفاد کو زمانے پر مسلّط کرنے کے لئے
اس سے لڑو۔ کسی صورت بھی اسلام کو زمانے میں مدغم نہ کرو
قال اللہ اور قال الرسول کو زمانے کے تقاضوں پر قربان
نہ کرو۔ خواہ "بازمانہ ستیز" کے جہاد میں تمہیں جان، جانِ
آفریں کے سپرد کرنا پڑے۔ ؎

دست از طلب ندارم تا کامِ من برآید
یا جاں رسد بجاناں یا جاں زتن برآید

اسلام میں حدیثِ رسولؐ کا لفظ بدلنے کی اجازت نہیں

صحیح بخاری کتاب الوضو میں ہے کہ براء بن عازبؓ کہتے
ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا۔ جس
وقت تم (رات کو) اپنے بستر پر جاؤ تو وضو کرکے داہنی
کروٹ پر لیٹ کر یہ دعا پڑھو۔ اگر تم اسی رات مرجاؤ گے
تو ایمان پر مروگے۔ براء بن عازبؓ کہتے ہیں کہ میں نے
یہ دعا حضورؐ کے سامنے دہرائی۔ جب میں اَللّٰھُمَّ اٰمَنْتُ
بِکِتَابِكَ۔ پر پہنچا۔ تو (آگے) بجائے نَبِیِّكَ کے رَسُوْلِكَ

پڑھا (بھول کر) آپ نے فرمایا۔ نہیں! (رَسُوْلِكَ نہ پڑھو۔
بلکہ وَ بِنَبِیِّكَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ۔ پڑھو۔ (بخاری شریف)

قارئین کرام! غور فرمائیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا کے اندر لفظ نبی فرمایا۔ جس کا مطلب ہے۔ اے اللہ! تیرے بھیجے ہوئے نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لایا۔ اور براء بن عازبؓ نے نبی کی جگہ (بھول کر) رسول پڑھ دیا۔ حضورؐ نے فوراً روک دیا۔ اور فرمایا کہ نبی کہو۔ رسولؐ نہ کہو۔ یعنے جو کچھ میں نے کہا۔ وہی کہو۔ بدلو نہ — جب لفظ نبی کو رسول سے بدلنے کی اجازت نہیں تو حضور انورؐ کی زکوٰۃ کی شرح اڑھائی فیصدی کو کیسے بدل سکتے ہیں؟ اس میں کیونکر کمی بیشی کر سکتے ہیں؟ اور ایسے ہی ہم انکم ٹیکس یا اور دوسرے ٹیکسوں کو کیونکر زکوٰۃ کا بدل بنا سکتے ہیں؟ اور حکومت کے عاید کردہ ٹیکسوں کو ادا کرکے زکوٰۃ سے کس طرح سبکدوش ہو سکتے ہیں؟ یاد رہے کہ اللہ اور رسولؐ کے احکام میں کوئی ردّ و بدل جائز نہیں!

زکوٰۃ کے مصارف

قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ نے زکوٰۃ کے آٹھ مصارف

بیان کئے ہیں۔ ارشادِ خداوندی ہوتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:۔

اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰکِیْنِ وَالْعٰمِلِیْنَ عَلَیْهَا وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ فِی الرِّقَابِ وَ الْغَارِمِیْنَ وَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ط فَرِیْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ط وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ ○ (پ۱۰ ع۱۴)

صدقات (یعنی زکوٰۃ کا مال) تو بس فقیروں کا حق ہے اور محتاجوں کا اور ان کارکنوں کا جو مالِ زکوٰۃ وصول کرتے ہیں۔ اور ان لوگوں کا جن کے دلوں کا پرچانا منظور ہو۔ اور وہ جن کی گردنیں (قید غلامی سے) چھڑانی ہوں۔ (اور) اللہ کی راہ میں اور مسافروں کے لئے (بھی خرچ کرنا چاہیئے)۔ یہ (حقوق) اللہ کا مقرر کیا ہوا فرض ہے اور اللہ جاننے والا صاحبِ تدبیر ہے۔"

یہ ہیں زکوٰۃ کے آٹھ مصارف![1]

(۱) فقرا:۔ فقرا، فقر کی جمع ہے۔ اور فقیر[1] اس محتاج تنگدست کو کہتے ہیں جس کے پاس کھانے کو نہ ہو۔ یہ مستحق زکوٰۃ ہے۔ قرآنِ مجید نے فقیر کی آپ ہی وضاحت کر دی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:۔

[1] ملاحظہ ہو ص ۱۹۵ پر)

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمَاهُمْ لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۝ (پ۳ ع ۵) بقرہ: 273

(زکوٰۃ) ان فقیروں (محتاجوں) کا حق ہے جو اللہ کی راہ میں گھرے بیٹھے ہیں۔ ملک میں سفر کی استطاعت نہیں رکھتے۔ ناواقف آدمی، ان کے نہ مانگنے کی وجہ سے انہیں غنی سمجھتے ہیں۔ (لیکن) تو (ان کو) دیکھے تو صورت ہی سے صاف پہچان جائے گا۔ (کہ محتاج ہیں۔ مگر ہاں) لگ لپٹ کر لوگوں سے نہیں مانگتے اور جو کچھ تم خرچ کروگے مال سے تو اللہ اسکو خوب جاننے والا ہے۔

یہ آیت اہلِ صفہ کے حق میں اتری تھی اور وہ چار سو

(بقیہ صفحہ ۱۹۴)

لے فقیر کا لفظ سنتے ہی ذہن ان پیشہ ور گداگروں کیطرف جاتا ہے جو گلی گلی اور گھر گھر در در [illegible] پھرتے ہیں۔ یہ پیشہ ور مانگنے خیرات کے حقدار نہیں ہیں۔ رحمتِ عالم نے تو تندرست و توانا آدمی کو سوال کرنے کی اجازت ہی نہیں دی۔ اسلئے فقیر کا وہی مفہوم لینا چاہیئے جو زکوٰۃ کے مصارف میں ہم نے بیان کیا ہے۔

آدمی مہاجرین میں سے تھے۔ انہوں نے اپنے گھر بار اور مال و متاع چھوڑ کر اللہ رسولؐ کی طرف ہجرت کی تھی اور مدینہ منورہ میں آکر محتاج اور فقیر ہوگئے تھے اور اِس فقر و فاقہ کی حالت میں اللہ کی راہ میں اٹک گئے۔ انہوں نے اپنی جانوں کو جہاد کرنے پر روک رکھا تھا۔ وہ قرآنِ مجید کے سیکھنے سکھانے میں مشغول رہتے تھے۔ اور جن لشکروں کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جہاد کے لئے روانہ فرماتے تھے ان کے ساتھ جاتے تھے۔ ملک میں تجارت کرنے یا کمانے کے لئے سفر نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ وہ بالکل محتاج اور فقیر تھے۔ ایک پیسہ تک ان کے پاس نہ تھا۔ اور ان کی خود داری کا یہ عالم تھا کہ کسی سے سوال نہیں کرتے تھے۔ ان کے تعفّف اور کمال درجہ ترکِ سوال پر ناواقف ان کو توانگر جانتے تھے۔ اللہ فرماتا ہے۔ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمَاهُمْ۔ (اے عاقل مومن! صاحبِ فراست مسلمان!) تو ان کا فقیر ہونا علامات سے پہچان سکتا ہے۔ کہ تواضع، انکسار، کپڑوں کی شکستگی، بھوک، رنگ کی زردی اور بدن کی کمزوری وغیرہ ان میں عیاں ہیں۔ الحاصل وہ لوگ سوال سے بہت عفیف ہیں۔ اس لئے سوال سے تو ان کا فقر نہیں پہچانا جاتا۔ ہاں اُن کی سیما سے تو البتہ ان کو

پہچان لے گا۔ تو اِن فقراء اصحاب صفہ کے لئے اللہ تعالے نے مدینہ منورہ کے کھاتے پیتے لوگوں کو توجہ دلائی کہ وہ اپنے صدقات ـــــ زکوٰۃ خیرات اِن فقیروں اور محتاجوں کو دیں۔ کہ یہ حقدار ہیں۔

(۲) مساکین :- مساکین، مسکین کی جمع ہے۔ عربی محاورہ میں مسکین وہ شخص کہلاتا ہے۔ جو کمزور، بے بس اور بے چارہ ہو

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مسکین وہ نہیں ہے جس کو ایک دو لقمے، یا ایک دو کھجوروں کی حرص لوگوں کے پاس لئے پھرتی ہے بلکہ مسکین وہ ہے کہ اس کو بقدر ضرورت مال نہ مل سکے۔ نہ تو لوگوں کو اسکا حال معلوم ہو۔ کہ کوئی اس کو خیرات دے اور نہ وہ خود (شرمساری) کے سبب) لوگوں سے سوال کرے۔ (بخاری شریف)

(۳) وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا۔ اور وہ لوگ جو زکوٰۃ کے محصّل مقرر ہوں۔ ان کی تنخواہ بھی مدِ زکوٰۃ سے دینی چاہیئے! حضورؐ اور خلفائے اربعہ کے وقت زکوٰۃ تحصیل کرنے والوں کو زکوٰۃ کے مال سے تنخواہیں دی جاتی تھیں۔

(۴) وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ ۔ تالیف قلوب کے ذریعہ لوگوں کو پکا مسلمان بنانے کے لئے ان پر خرچ کریں۔ یعنی نو مسلم، اور کمزور عقیدے اور عمل کے مسلمان، جن کے دل اسلام پر پکے نہیں ہوتے ہیں، ان کا دل پرچانے کے لئے خرچ کریں۔ مالِ زکوٰۃ سے ان کی ضروریات پوری کریں انہیں خوب کھلائیں پلائیں، تاکہ ان کے دل اسلام کی طرف پوری طرح مائل ہو جائیں۔ عیسائی لوگ لاکھوں روپے تالیف القلوب پر خرچ کر رہے ہیں۔ اگر انہوں نے عیسائی بنائے ہیں تو صرف مال خرچ کرکے ہی بنائے ہیں/ کھانے کی چیزیں، کپڑے، دوائیاں، سکولوں کالجوں میں مفت تعلیم، ہسپتالوں میں مفت علاج، ملازمتیں، غربت اور افلاس میں مالی امداد، اور زندگی کی بے شمار سہولتیں اور آسائشیں مہیا کرتے ہیں۔ ہمارے گھروں اور گلیوں میں جو لوگ صفائی کا کام کرتے ہیں۔ جنہیں لوگ خاکروب کہتے ہیں، عیسائیوں نے مال خرچ کرکے ان کی کایا پلٹ دی ہے۔ ان لوگوں کی اولاد سکولوں کالجوں میں پڑھتی ہے۔ بہت سے پڑھ کر سکولوں اور کالجوں کے اساتذہ بن گئے ہیں۔ دفتروں میں ملازم ہیں۔ دستکار ہیں۔ اچھا کھاتے پیتے پہنتے اور خوشحال ہیں۔ ان کے لئے تعلیم اور علاج کی سہولتیں مفت مہیا

ہیں۔ اب کون انہیں خاکروب کہہ سکتا ہے۔ اب وہ معزز مسیحی ہیں ــــ افسوس! یہ کام تھا مسلمانوں کا، جسے تثلیث کے فرزند لے گئے۔ مسلمان کروڑوں پتی، سانپ بن کر دولت پر بیٹھے ہوتے ہیں۔ انہیں اس طرف خیال ہی نہیں آتا، کہ مال خرچ کرنے سے اسلام کو بےحد تقویت پہنچ سکتی ہے۔ اس لئے وہ بھی اللہ کے دیئے ہوئے مال سے اسلام کو تقویت پہنچائیں۔ اللہ کی راہ میں تالیف القلوب کے لئے خرچ کرکے اپنوں بیگانوں کو سچے مسلمان بنائیں اور خالص اسلامی لٹریچر لاکھوں کی تعداد میں ملک میں فری تقسیم کریں۔ تاکہ اسلام کی حقانیت اور صداقت کا نور پھیلے۔ زکوٰۃ انہی کاموں کے لئے فرض کی گئی تھی۔ جن سے مالداروں کی اکثریت آنکھ موند کر غفلت میں پڑی ہے۔ آخر ایک دن اللہ نے پوچھنا ہے۔

(۵) وَفِي الرِّقَابِ :۔ اور غلاموں کو آزاد کرانے میں زکوٰۃ خرچ کریں۔

(۶) وَالْغَارِمِيْنَ :۔ اور قرضداروں کے قرض ادا کرانے میں خرچ کریں۔

(۷) وَفِيْ سَبِيْلِ اللهِ :۔ اور اللہ کی راہ میں خرچ کریں!

عام طور پر فی سبیل اللہ یعنی اللہ کی راہ کے معنی جہاد لئے جاتے ہیں۔ یعنی مالِ زکوٰۃ جہاد کے اسلحہ، ساز وسامان اور مجاہدین پر خرچ کرنا چاہیئے۔ بے شک یہ مطلب بھی صحیح اور درست ہے۔ جیسا کہ ۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کو بھارت نے پاکستان پر حملہ کیا تو ہماری افواجِ قاہرہ نے اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کیا۔ جنگ کے محاذوں پر پہنچکر وہ دشمن کے لئے مرگِ مفاجات بنے اور قوم نے کروڑوں روپے دفاعی فنڈ میں دیئے۔ بے شک یہ مصرف مالِ زکوٰۃ کا ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور جہاد بھی ہے جسے اعلائے کلمۃ اللہ اور دعوتِ اسلام کہتے ہیں۔ اِس سے اسلام کو عروج اور ارتقاء حاصل ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ (پ ع)

(اے پیغمبر! لوگوں سے) کہو کہ یہ ہے میری راہ بلاتا ہوں (تم کو) اللہ کی طرف، علم ویقین اور واضح حجت کے ساتھ میں (بھی) اور جن لوگوں نے میری پیروی کی (وہ بھی)۔ اور اللہ پاک ہے، اور میں شرک کرنے والوں میں نہیں ہوں؟

اس آیت میں اللہ کی راہ یقیناً یہی ہے کہ لوگوں کو اسلام کی دعوت دی جائے اور تبلیغ کی جائے۔ اغیار کو بھی حلقہ بگوش اسلام بنانے کے لئے خرچ کیا جائے، اور مسلمانوں کے عقاید اعمال اور اخلاق سنوارنے کی خاطر لٹریچر عام کیا جائے۔ اور لٹریچر وہ ہو جسکا مواد علم و یقین اور واضح حجت پر مبنی ہو۔ سراسر بصیرت ہی بصیرت ہو۔

الحاصل یہ مد فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ عام اور بڑی وسیع ہے۔ جس میں مذہبی مدرسے، یتیم خانے، نادار طلبہ، سیاسی اور ملّی ضرورتیں، تبلیغ دین، اسلام کی نشر و اشاعت وغیرہ شامل ہے۔ یہ سب امور اللہ کی راہ ہی ہے۔ فی سبیل اللہ!

(۸) وَابۡنِ السَّبِیۡلِ :۔ اور مسافر جو اپنے مال سے جدا ہے اور سفر میں اگر کسی طرح محتاج ہو گیا ہے۔ یہ بھی مالِ زکوٰۃ کا مستحق ہے!

یہ ہیں زکوٰۃ کے آٹھ مصارف جن پر زکوٰۃ صرف کرنی چاہیئے۔ ضروری نہیں کہ سب پر خرچ کی جائے۔ ان میں سے جہاں مناسب سمجھیں، خرچ کریں۔ خواہ ایک یا دو پر ہی صرف کر دیں۔ درست ہے۔

در اصل زکوٰۃ کی غرضیں دو ہیں۔ ایک تو یہ کہ مسلمانوں کا افلاس دور ہو اور وہ اپنے پاؤں پر کھڑے

ہوکر آئندہ خود زکوٰۃ دینے والے بن جائیں۔ وہ فقیر ہوں، مسکین ہوں، مقروض ہوں، مسافر ہوں۔

اور دوسری غرض اسلام کی مدد، تقویت اور استحکام ہے جیسا کہ علامہ ابوجعفر بن جریر طبری زکوٰۃ کے فلسفہ کے متعلق فرماتے ہیں:۔

الصواب من القول فی ذالک عندی ان اللّٰہ جعل الصدقۃ فی معنیین احدھما سد خلۃ المسلمین والآخر معونۃ الاسلام وتقویتہ۔

(تفسیر ابن جریر)

اس بارے میں میرے نزدیک درست بات یہ ہے کہ اللہ تعالٰے نے زکوٰۃ کی دو غرضیں مقرر کی ہیں۔ ایک یہ کہ مسلمانوں کی غربت (افلاس) رک جائے۔ دوسری یہ کہ اسلام کی اعانت ہو اور اسے تقویت پہنچے۔

زکوٰۃ کے متفرق مسائل

(۱) زکوٰۃ فرض ہوئی مدینہ منورہ میں ۲ھ میں رمضان سے پہلے۔

(۲) زکوٰۃ کو صدقہ فرض کہتے ہیں۔ زکوٰۃ کے علاوہ بارہ مہینے خیرات کرنا صدقہ نفل کہلاتا ہے۔

(۳) زکوٰۃ کے معنے ہیں پاک کرنا اور بڑھنا۔ زکوٰۃ دینے سے غیر کا حق نکل جاتا ہے تو باقی مال پاک ہو جاتا ہے۔ اور صاحب مال گناہوں سے بھی پاک ہو جاتا ہے اور اس کا ثواب بڑھتا ہے۔ نیز اس میں برکت آ جاتی ہے۔

(۴) زکوٰۃ کا منکر کافر ہے اور اسکا تارک اشد گنہگار ہے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے تارکینِ زکوٰۃ پر تلوار اٹھانے کی ٹھان لی تھی۔ تاکہ ان کو قتل کیا جائے۔ اور ثعلبہ انصاری ترکِ زکوٰۃ کی وجہ سے بے ایمان مرگیا۔

(۵) زکوٰۃ فرض ہے سونا، چاندی، مالِ تجارت میں چالیسواں حصہ۔ یعنی اڑھائی روپیہ سینکڑا۔ یا پچیس ۲۵ روپے فی ہزار۔ اس کے علاوہ زمین کی پیداوار اور چار پایوں میں بھی۔ جن کا اس کتاب میں تفصیل سے ذکر آ گیا ہے۔

(۶) زکوٰۃ سال گزرنے پر واجب الادا ہوتی ہے۔

(۷) جو قرض کسی سے لینا ہو اور اسکے ملنے کی امید ہو۔ اس کی زکوٰۃ دینی بھی فرض ہے۔

(۸) گھر کا ہر قسم کا اسباب۔ کپڑے، گائے، یا بھینس، موٹر کار، سواری کا جانور، اوزار اہلِ حرفہ کے۔ مشینری لاکھوں روپے کی کارخانہ کے لئے، مکان رہنے کا۔ کتابیں اہلِ علم کی ـــ ان سب پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ رہائشی مکان کے علاوہ

جو مکان کرایہ پر چڑھے ہوں اس کرایہ پر زکوٰۃ ہے۔

(۹) ایک آدمی قرضدار ہے۔ پانچہزار دینا ہے اور دس ہزار پاس ہے۔ تو دس ہزار سے پانچہزار قرض نکال کر پانچ ہزار کی زکوٰۃ دے گا۔

(۱۰) سال گزرتے ہی زکوٰۃ کا حساب کر لینا چاہیئے۔ پھر جو رقم بنے، خواہ اسے یکمشت دے یا سال کے اندر اندر دیدے۔ یعنی اگلا سال زکوٰۃ آنے سے پہلے ختم کر دے۔

(۱۱) زکوٰۃ تمام رشتہداروں اور قریبیوں کو دی جا سکتی ہے۔ بشرطیکہ وہ مستحق ہوں۔ یعنی زکوٰۃ کے مصارف سے متعلق ہوں۔ قریبیوں کو زکوٰۃ دینا بہ نسبت دوسروں کے زیادہ ثواب ہے۔

(۱۲) بیوی خاوند کو زکوٰۃ دے سکتی ہے۔ بخاری شریف میں ہے۔ کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی زوجہ حضرت زینب کہتی ہیں کہ میں مسجد میں موجود تھی۔ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عورتوں سے فرما رہے تھے۔ اے گروہِ زناں زکوٰۃ دو۔ خواہ زیور میں سے کچھ حصہ دو۔ حضرت زینبؓ کہتی ہیں کہ میں (اپنے خاوند) حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور ان یتیم بچوں کا جو میری پرورش میں تھے، خرچ برداشت کرتی تھی۔ اس لئے میں نے عبداللہ بن مسعودؓ

سے عرض کیا۔ کہ آپ جاکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھئے کہ کیا میں (بیوی) زکوٰۃ کا مال آپ پر اور ان یتیم بچوں پر جو میری پرورش میں خرچ کرسکتی ہوں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا۔ کہ تم آپ ہی جاکر دریافت کرو۔ پھر میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے گئی۔ درِ دولت پہنچی تو مجھے وہاں ایک عورت میری ہی طرح کی ضرورت والی ملی۔ اسی اثنار میں ہمارے پاس سے حضرت بلالؓ کا گزر ہوا۔ ہم نے ان سے کہا کہ ذرا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھ دیجئے کہ اگر میں اپنے شوہر پر اور ان یتیم بچوں پر جو میری پرورش میں ہیں زکوٰۃ کا مال خرچ کر دوں تو کیا کفایت کرسکتا ہے؟ پر ہمارا نام نہ بتانا۔ حضرت بلالؓ اندر تشریف لے گئے اور حضورؐ سے مسئلہ دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا۔ کون عورتیں ہیں؟ بلالؓ نے عرض کیا۔ زینبؓ ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ کون زینب؟ عبداللہ بن مسعودؓ کی بیوی ہے حضورؐ! رحمت عالمؐ نے ارشاد فرمایا۔ (اسے بتادو) ہاں ہو سکتا ہے۔ (کہ مالِ زکوٰۃ اپنے خاوند اور یتیم بچوں پر خرچ کرے۔ بلکہ) زینبؓ کو دُہرا ثواب ملے گا۔ ایک قرابت سے نیکی کرنے کا، دوسرا زکوٰۃ ادا کرنے کا۔"

اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ اگر کوئی عورت اپنے والدین سے مال لیکر آتے یا تجارت وغیرہ سے مالدار ہو جاتے اور اسکا خاوند باوجود روزی کمانے تنگ دست ہو اور اسکے اہل وعیال فقر وفاقہ میں رہیں تو بیوی اپنے مالِ زکوٰۃ سے خاوند کی مدد کر سکتی ہے اور خاوند اس مال سے خانگی ضروریات پوری کر سکتا ہے۔ بال بچوں کو کھلا پلا سکتا ہے۔ سبحان اللہ اسلام کتنا عالمگیر مذہب ہے۔ اور سراسر حکمتوں اور خوبیوں سے بھرا ہے۔

(۱۳) مال کے حقوق میں سے ہے کہ اگر کوئی گھر کی چیز استعمال کے لئے مانگے تو مستعار دے دینی چاہیئے۔ قرآن مجید میں ان چیزوں کو مَاعون کہا گیا ہے۔ اور ماعون روکنے والوں کی بڑی مذمت آتی ہے۔ ابوداؤد میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ماعون، ڈول اور دیگچی کو سمجھتے تھے۔

لیکن جو لوگ چیز مانگ کر لے جائیں، ان کو اس چیز کی بڑی حفاظت اور قدر کرنی چاہیئے۔ وہ چیز خراب نہ ہو۔ ٹوٹے نہ اور اسے کسی طرح کا نقصان نہ پہنچے۔ بالکل صحیح حالت میں شکریہ کے ساتھ واپس کرنی چاہیئے۔

اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّکٰوةَ ط

(مسلمانو!) نماز قائم کرو، اور زکوٰۃ دو (پ ع ۵)

نفس نفس کو ملی جو صبا کے دامن سے
مہک تمام تری زلف مشکبو کی ہے

انوار الزکوٰۃ

اس کتاب میں

زکوٰۃ اور صدقات کے تمام مسائل قرآن اور حدیث کی روشنی میں بیان کئے گئے ہیں۔ ہر ہر صفحہ کتاب فرضی اور نفلی صدقات کے گلہائے رنگا رنگ سے عنبر فشاں ہے جن سے اہل ایمان کے قلوب و اذہان شاداں و فرحاں ہیں!

تالیف

حضرت مولانا حکیم محمد صادق صاحب سیالکوٹی ط

ناشر

دائرۃ التبلیغ۔ پورہ ہیراں۔ سیالکوٹ شہر (مغربی پاکستان)

ستمبر ۱۹۶۶ء